جدوجہد وعمل۔۔۔قومی بیداری کیلئے!!!

Folder_1\New
er_1\Gall\Literature\Ta
ank\Azad\October\Az
Designn
Photoshop.jpg not
found.

ماہنامہ

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

مارچ 2013 شمارہ نمبر:8 جلد نمبر:1

فہرست

اداریہ		02
الیکشن اور آزادی پسندوں کی ذمہ داریاں	نواب خمل موسیٰ	03
الیکشن بائیکاٹ: منزل سے ایک قدم اور قریب	فیض بلوچ	05
16 دسمبر کی یاد (مظلوم قوم کی آزادی)	میران بلوچ	07
سرد جنگ اور آبادی پر کنٹرول کا نظریہ	نوم چومسکی	11
انقلاب زندہ باد	جواہر لال نہرو کا اپنی بیٹی کے نام خط	13
ذرائع ابلاغ سامراج کی بولی بولتے ہیں	علی شیر	14
انقلابی جنگجوؤں کا مورال اور نظم وضبط	چے گویرا	17
بلوچوں پر بربریت میں اضافہ کا عندیہ کیوں؟	سمیر جیئند	19
خوف	ہونک بلوچ	21
وہ مسکرا کر بچھڑ گیا	درویش مبارک	25
خواتین کی انقلابی جدوجہد	گہرام بلوچ	26
حاجی جان محمد مری	واحد بخش بلوچ	29
بلوچستان میں ریاستی دہشتگردی کے واقعات	بی ایچ آر او	30
آئینہ حقائق	ادارہ	32
اب ہم کو مقاں ولامقاں کی کوئی فکر نہیں۔۔پمفلٹ	ادارہ.	35
خباری بیانات	ادارہ	36

www.sagaar.org Blog : azadmagazine.wordpress.com E-mail : azadmagazine@gmail.com

اداریہ

بی این ایف کا عوامی قوت کا مظاہرہ اور پاکستانی میڈیا کی عدم توجہی

فرزندوں کی مسخ شدہ لاشیں، بمباریوں کے شکار ویران بستیاں، قدم قدم پر قابض فوج کا منحوس وجود اور عالمی سامراج کی للچائی نظروں نے بلوچ سرزمین کو خون آلود کر دیا ہے۔ جس کا شعور رکھتے ہوئے بلوچ قوم اپنی بقاء اور آزادی کے لیے جدوجہد کے ہر مرحلے سے سرخرو ہونے کو تیار ہو چکی ہے جس کا مظاہرہ تربت اور کراچی میں بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے نکالی جانے والی عظیم الشان ریلیوں میں ایک طویل مدت کی بعد بلوچ عوام کی بھرپور شرکت اور ان کے جذبات سے ہوا۔ پاکستانی قبضہ گیریت کو درپیش مضبوط عوامی مزاحمت نے اس خطے میں طاقت کے توازن کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے جس نے پاکستانی قبضہ اور بلوچ سرزمین کے استحصال کے سامراجی منصوبوں کو مشکلات سے دوچار کر دیا جسے دیکھ کر پاکستان نے بلوچ قوم کی نسل کشی میں اپنی تمام قوت کو میدان میں اُتار دیا ہے گزشتہ پانچ سالوں سے بلوچ قوم میں آزادی کی جدوجہد کرنے والے سیاسی پارٹیوں اور تنظیموں کو پاکستان نے منظّم انداز میں سرچ اینڈ ڈسٹرائے اور کل اینڈ ڈمپ کی حکمت عملی کے تحت نشانہ بنا کر بلوچستان کے ہر گلی کوچے کو خون آلود کر دیا اور سیاسی رہنماؤں اور نوجوان سیاسی کارکنوں کو منظّم انداز میں ٹارگٹ کر کے پاکستان نے میدان سیاست میں موجود جماعتوں اور تنظیموں کو اپنی سرگرمیاں محدود کرنے پر مجبور کر دیا تھا جس سے ایک حد تک قابض اور اس کے گماشتے اس خوش فہمی میں رہے کہ انہوں نے میدان صاف کر دیا ہے جس کی امید پر انھوں نے اپنی تمام تر توانیاں مسلح تنظیموں کو ختم کرنے اور آئندہ الیکشن میں کامیابی کے لیے لگا دی تھی، جس کے لیے پاکستانی فوج، خفیہ اداروں، ڈیتھ اسکواڈ اور پاکستانی میڈیا منظّم انداز میں سرگرم تھی۔ لیکن بی این ایف کی جانب سے فروری کے شروع میں تربت اور پھر کراچی میں عظیم الشان ریلیوں نے پاکستان اور اس کے گماشتوں کی خام خیالی کو چکنا چور کر دیا۔

بلوچ عوام کی جانب سے تحریک آزادی سے وابستگی کے اظہار نے جہاں قابض پاکستان اور اس کے گماشتوں کو شیخ پا کر دیا وہی پاکستانی میڈیا نے باقاعدہ بلوچ عوام کی آزادی کو دبانے کے غرض سے بی این ایف کی ریلیوں کو دیگر ایشوز کے پیچھے دبانے کی کوشش کی اور وش نیوز نے کھلے عام گماشتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ریلی کے دوران ریلی کو کوریج دینے کے بجائے دوسرے پروگرام چلانے کو ترجیح دی۔ جس کے ردعمل میں بی این ایف نے میڈیا بائیکاٹ کی کال دے دی۔ جس سے پہلے ہی عوامی سطح پر شکست خوردہ پاکستانی فوج اور گماشتوں کو مزید دھچکا لگا، میڈیا بائیکاٹ سے جہاں بلوچستان میں الیکشن کے لیے حکمت عملیوں کو نقصان پہنچا وہی وش نیوز کی آزادی پسندوں کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کا بھی باب بند ہو گیا۔ بلوچ عوام کی آزادی کی تحریک سے وابستگی کے بھرپور مظاہرے اور اس کے بعد بی این ایف کی میڈیا بائیکاٹ کی کال سے بلوچستان میں پاکستانی قبضہ گیر حربوں کو شدید دھچکا لگا۔ بلوچستان میں پاکستان کی بلوچ قومی تحریک کے خلاف حکمت عملیوں میں سب سے کارگر حربہ الیکشن اور بلوچ وسائل کو بیرونی آقاؤں کے ہاتھوں دینا شامل تھا، جس سے ایک جانب بلوچ سرزمین پر استحصال تیز ہو سکے دوسری جانب پاکستان نے سامراجی طاقتوں، چین اور ایران کے ساتھ مل کر تحریک آزادی کو کاؤنٹر کرنے کے لیے سفارتی اور عسکری مدد و کمک کا زریعہ حاصل کیا۔ جنہیں استعمال کر کے ایک طرف پاکستان آزادی پسندوں کے خلاف جارحیت کو شدید کر کے بلوچستان بھر میں قتل عام اور نسل کشی کے ذریعے تحریک کے جہدکار تنظیموں کو ختم کرنے کے لیے سرگرم ہے تو دوسری جانب الیکشن کے زریعے بلوچستان مین اپنے گماشتگی کی سیاست کو رواج دیکر بلوچ عوام کو اپنے اوپر ہونے والے استحصال کو قبول کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اپنے انہی سامراجی عزائم کو پورا کرنے کے لیے پاکستان نے چین کو گوادر تک رسائی دینے اور ایران کے ساتھ گیس پائپ لائن معائدوں کو مکمل کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہا ہے، امریکہ سمیت تمام عالمی دنیا کے دباو کے باوجود پاکستان ان منصوبوں کو برقرار رکھنے میں بضد۔

ان سامراجی منصوبوں کا آغاز کرنے سے قبل پاکستان بلوچ عوام کی جانب سے مزاحمت کو ختم کرنے کے لیے اپنے مکمل قوت کو میدان میں اُتار رہا ہے، مکران، آواران، مشکے، قلات، خاران کے علاقوں کو، خضدار، ڈیرہ بگٹی، کوہلو کی طرح مکمل فوج کی چائنیوں میں تبدیل کرنے کی ابتداء کر لی گئی ہے، فروری کے مہینے میں پاکستانی فوج نے قلات، خاران اور پنجگور میں بڑے پیمانے پر دہشتگردی کا آغاز کر دیا۔ تا کہ ان علاقوں کو آزادی پسندوں کے اثر سے نکال کر انہیں الیکشن کے ذریعے گماشتوں کے ہاتھوں میں دیکر سامراجی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ بلوچ عوام اپنی قوت کا مظاہرہ پہلے ہی کر چکے ہے، تحریک آزادی کے جہدکاروں کے ساتھ ہم قدم بلوچ عوام سامراجی منصوبوں اور پاکستانی قبضہ گیر فوج کے سامنے رکاوٹ بن چکی ہے۔ آزادی کی منظّم جدوجہد اور فرزندوں کی زندان میں اذیتیں اور شہادتوں نے بلوچ عوام کو آزادی کی جدوجہد کا نہ ختم ہونے والا جذبہ عطا کیا ہے۔ جس نے عوام میں پاکستان کی پھیلائی ہوئی دہشتگردی اور سفاکیت کے خوف کو نکال باہر کر کے اسے میدان جدوجہد میں اپنے انقلابی جہدکاروں کے ہم قدم بنا دیا ہے۔۔

الیکشن اور آزادی پسندوں کی ذمہ داریاں

نواب حمل موسیٰ

نوآبادیات میں بسنے والے لوگوں کی نفسیات میں جب یہ نقطہ واضح ہونا شروع ہوجاتا ہے کہ میری ذلت بھری زندگی میری موضوعی کردار ہی کا نتیجہ نہیں بلکہ اسمیں بہت ساری دیگر عوامل شامل ہیں کہ جو مجھے اس نہج پر پہنچا چکے ہیں کہ میں ایک انسانی وضع میں خود کو حیوان سمجھتا ہوں۔ باہمی واندرونی ناچاقیوں کو جب ایک خارجی عوامل سے تقیین کرنے کا عمل شروع ہوجاتا ہے تو وہ اس میں نوآبادیاتی نفسیات کی ایک حوارث کا دوبارہ چھان بین شروع کردیتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کل جو جو عمل میرے ساتھ تسلسل کے ساتھ ہوتے رہے ہیں اور بہت حد تک میں ان تمام اعمال کو شرفِ قبولیت بھی دے چکا ہوں، یہ دراصل وہ مرحلہ ہے کہ جب عمل اور عوامل دونوں کو تجزیہ کرکے اور چھان بین کرکے ایک نیا نتیجہ دریافت کیا جاتا ہے جو اس دعوے پر ہوتا ہے کہ جتنی بھی باہمی ناچاقیاں، جھگڑے، خودسری اور غیر یقینیت کے رویے رہے ہیں انکا ایک بنیادی وجہ ذمہ دار کوئی دوسرا ہاتھ ہے کہ جس سے وہ بے خبر تھے۔ اب وہ اس رشتے کو نوآبادیاتی اور نوآبادکار کے نام سے پہچاننا شروع کردیتا ہے۔

نوآبادکار کے اس تمام تر کرداروں میں ایک کردار مقامی مددگار لوگوں (Procolonials) کا ہے اور کردار بھی اہم ہے۔ بلکہ مرکزی ہے، زمانہ لاشعوری اور سیاسی جہالت کے زمانوں سے یہ سارے جو مددگار ہیں یہ کئی کرداروں میں ڈھل کر مقامی لوگوں کے بیٹے، رہنما، نجات دہندہ، اور معتبر بن کر سامنے آتے رہے ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ سیاسی وسماجی ترجیحات کا ایک پیمانہ متعین نہیں ہوتا۔ انفرادی ترجیحات کی آڑ میں لوگ خود اپنے ہی وجود سے کہیں دور زندہ رہتے ہیں اور اسمیں انسانی فطری آزادی کی خواہشات کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی، اسی طرح نوآبادکار اور نوآبادکار کے مقامی مددگار ایک میدان تیار کررہے ہوتے ہیں کہ جہاں انسانی عقلی قوت کو حیوانی جنون میں بدل کر اسے صرف احکامات اور جبلی ضروریات کا غلام رکھا جاسکے۔ جب نوآبادیاتی کا باشندہ انسانی قدروں اور حیوانی جنون کے درمیان فرق محسوس کرنے لگتا ہے تو اسے کئی دیگر متضاد حقیقتوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے، جس میں وہ لوگ جو کہ نام نہاد نجات دہندہ بنے بیٹھے ہیں، مقامی لوگوں اور غیر مقامی لوگوں کے درمیان کے رشتے اور نوآبادکار کے طرف سے تمام اعمال وافکار شامل ہوتے ہیں جو کہ نوآبادی میں سرانجام دی جارہی ہیں تو وہ تمام حقیقتیں کھلنا شروع ہوجاتی ہیں کہ نوآبادی کے ذہنوں میں باہمی ناچاقی کے سبب بن جاتے ہیں۔

اب اسی مرحلے پر وہ شرفِ قبولیت بھی آہستہ آہستہ سولات کی زد میں آنا شروع ہوجاتا ہے کہ تمام ہی کردار دراصل مسخ شدہ کردار ہیں مگر انکو سیاسی لاشعوری کی دبیز پردوں میں چھپایا گیا تھا، بلوچستان اور پاکستانی رشتے کی تناظر میں ہم مندرجہ بالا تمام عوامل کو اچھی طریقے سے دیکھ سکتے ہیں اور ان تمام میں الیکشن بھی ایک حربے کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے کہ جو یہ ثبوت فراہم کرے کہ ایک ہی فریم ورک میں سارے رنگ، زبان، نسل اور قومیت ڈھلی ہوئی ہیں۔ بلوچستان میں چونکہ پچھلے کئی دہائیوں سے ان تمام نوآبادیاتی حربوں پر ایک بے چینی وانارکی کی فضاء قائم رہی ہے جس میں وقتاً فوقتاً جنگ کی شدت بھی سامنے آئی ہے، ابھی حالیہ جنگی ابھار میں ماضی کے نسبت قدرے ثابت قدمی دراصل ایک تاریخی عمل کا نتیجہ ہے جسمیں قربانیاں، بے لوث محنت اور شعوری آبیاری کا بہت ہی بڑا حصہ ہے۔ الیکشن میں جانے والی وہ تمام پارٹیاں جو کہ بلوچ سماج سے تعلق تو رکھتی ہیں مگر انکا وجود بلوچ سماج سے زیادہ کسی اور ماخذ سے وابستہ ہے، نوآبادیاتی جنگی تحریکیں جہاں اپنے اندر کئی کشمکش اور تضادات کا آئینہ دار ہیں وہیں کچھ بیرونی قوتیں بھی ہیں کہ جنکا اصل مقصد دراصل (state Que) کو برقرار رکھنا ہے۔ سماجی ٹھراؤ، سیاسی بے گانگی دراصل نوآبادیات کے وجود کے اصل ضامن ہیں، کیونکہ اصل اور بنیادی نقطے سے ذہن کو ہٹا کر کسی اور طرف لگانے سے ہمیشہ ٹاسک ٹوٹیاں ہی مارتی رہیں گی۔ ابھی بلوچستان کی آزادی کی تحریک کے بارے جو ایک جنگ جاری ہے اس نے ایک واضح لکیر کھینچ دی ہے۔ نوآبادیات اور نوآبادکار کے رشتے کے درمیان نظریاتی دوستوں کی پیش بہا قربانیوں اور جرات نے آج بلوچ قوم کو ایک واضح نقطے پر لاکر کھڑا کردیا ہے جہاں پاکستان سے غلامی کے رشتے کو طشت ازبام کیا جارہا ہے۔ اب ان تمام تر حالات میں الیکشن کے لیے راستے ہموار کئے جارہے ہیں۔ بی این پی نیشنل پارٹی اور عوامی کے علاوہ دیگر کئی علاقائی پارٹیاں الیکشن میں جانے کو پر تول رہے ہیں۔ اب اس میں بلوچ قومی تحریک کے ذمہ دار ساتھیوں کے فرائض کے ساتھ ساتھ ان تمام نقصانات کا تخمینہ اور اندازہ لگانا بھی ضروری ہے کہ جو پاکستانی الیکشن کے نتیجے میں بلوچ قومی تحریک کو درپیش ہوسکتے ہیں۔ ہزاروں لاپتہ افراد کی قربانیوں اور سینکڑوں مسخ شدہ لاشوں کی قیمت اگر الیکشن کے نام پر وصول کرنے کی کوشش کی جا

ئے تو میرے خیال میں اب ہر کوئی ذی شعور اندازہ تو کر سکتا ہے کہ ایسا کرنا ممکن نہیں رہا۔ کیونکہ اب ایک واضح اختلاف نے بلوچ سماج کے اندر جڑیں پکڑ لی ہیں۔ اب اس مرحلے پر اختر مینگل، مالک وحاصل اینڈ کمپنی اور دیگر ماضی کی طرح ووٹ ونوٹ کی کھلے عام سیاست کو نہیں کر سکتے۔ مگر اب بھی وہ عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لیے اور ذاتی وگروہی مفادات کے لیے ایک محدود پیمانے پر الیکشن کی تیاری ضرور کریں گے۔ جس کے لیے وہ آزادی پسند قوتوں کے خلاف جہاں تک جا سکتے ہیں چلے جائیں گے۔ حالیہ مشکے آپریشن، مستونگ وگردنواح میں یہ تمام تر کاروائیاں، مند سے بارکھان تک ایک نئی تشدد کی جو لہر ابھری ہے وہ الیکشن کے انعقاد کا پیش خیمہ ہے۔ 2013 کے الیکشن اگر بلوچستان میں کامیاب ہوئے تو بلوچ قومی تحریک کو عالمی وعلاقائی سطح پر ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ چونکہ مالک وحاصل کے برعکس اختر مینگل اور اس کے گروہ کا اثر رسوخ قدرے مضبوط ہے۔ چاہے وہ داخلی ہو یا خارجی لہذا ایسے میں تزویراتی بنیادوں پر ہم ایک اہم موقع کھو سکتے ہیں۔ کیونکہ بلوچستان میں الیکشن کا مطلب یہ ہوگا کہ رائے عامہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ لہذا اب بلوچ حقیقی قوم پرست پارٹیوں کی ذمہ داریاں اس مرحلے پر بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کہ وہ اس الیکشن کے عمل کو کس طرح ناکام بنا سکتے ہیں۔ جہاں تک بلوچ سماج کے عام عوام کا تعلق ہے تو اسمیں شک نہیں ہے کہ بلوچ شہدا کی خون اور قربانیوں کے بدولت آج الیکشن کیلئے سماجی صفوں میں جایا نہیں جا سکتا۔ مگر ہمارے ہی کچھ دوستوں کے مخفی بے ربط پالیسیوں نے بلوچ قومی سطح پر ایک حیرانگی کی فضاء قائم کی ہے۔ اب یہ امر واضح ہو چکی ہے کہ پاکستانی فریم ورک کے اندر جو کوئی الیکشن کی سیاست کرے تو اسکے آخری نتائج ہمیشہ ایک ہوتے ہیں۔ اختر مینگل، حاصل، مالک، زہری ورئیسانی کوئی بھی ہو وہ بلوچ قومی تحریک کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ اب ان حالات میں اختر مینگل اور اسکی ٹیم ثناء برادر ودیگر کے ساتھ پینگیں بڑھانا دراصل بلوچ عوام کے اندر مشکوک فضاء ضرور قائم کرتا ہوگا۔ ترجیحات، رشتے اور وابستگی کو نظریاتی ہونا ضروری ہے۔ نورالدین مینگل اور جاوید مینگل اور اختر مینگل کے ساتھ تعلقات اور ثناء بلوچ کے ان سے یارانے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اب انکے ساتھ اگر کسی بھی طریقے کا رشتہ محض قبائلی وذاتی بنیادوں پر رکھنے کی کوشش کی گئی تو بلوچ سماج میں الیکشن کے حوالے سے ایک کنفیوژن کی سی کیفیت ضرور بن جائیگی۔ کیونکہ اختر مینگل بارہا کہہ چکے ہیں کہ "ہم جمہوری لوگ ہیں" مگر یہ کبھی نہیں کہا کہ جمہور کون ہیں، بلوچ عوام یا پھر پاکستانی جو کہ اب بھی بلوچ ماؤں کی چراغ گل کرنے کی سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ الیکشن کے حوالے سے محض یہ کہہ دینا کہ ہم "نہیں چاہتے" تو یہ کوئی مداوا نہیں ہوگی البتہ بی این ایم، بی ایس او آزاد، بی آر پی اور دیگر کا ایک واضح اظہاریے کے طور پر یہ اعلان کرنا ہی ہوگا کہ چاہے کوئی بھی الیکشن کی طرف جانے کا سوچے تو وہ بلوچ سماج میں دشمن کی مدد گار کے طور پر تعبیر کیا جائیگا۔ کیونکہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آسمان سے کوئی فرشتے کیوں نہ اتریں مگر پاکستانی گھسی پٹی سیاست بلوچ قومی تحریک کے لیے زہر قاتل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

کل کی بات ہے کہ بلوچ گرینڈ جرگہ میں نواب رئیسانی اور نواب مگسی بھی تو تھے سو انکے ساتھ آج ہمارے برسرزمین اور زیرزمین دوستوں کا کس نوعیت کا تعلق ہے۔ مالک اور اختر کے بارے کل کیا پالیسی ہوگی وہ وزارت اعلیٰ کی کرسی پر براجمان ہو کر بلوچ بچے بوڑھے اور خواتین کی سرخ لہو کے سایہ آرام سے گل چرے اڑانے لگیں؟ بہت سارے دوست اب بھی کہتے ہیں کہ کنفیوژن اور اختلافات کے اسباب کیا ہیں؟ تو نظریات کو بنیاد بنا کر رشتوں کی یقین کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے سے ہی باقی تمام گتھیاں سلجھائی جا سکیں گی۔ پاکستان کے ساتھ اپنے رشتے کی آخری ڈوری کو توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ آج وہ عوام جو کل بڑے شوق سے الیکشن اور پارلیمانی سیاست کے دلدادہ تھے آج وہ اس کی حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم ابھی تک قبائلی وروایتی رشتوں کے سامنے ان نظریاتی وابستگی کو عوام میں مضبوط نہیں کروا سکے کہ اپنے جنگی حکمت کے باوصف اور نظریاتی وابستگی کی بنیاد پر تو الیکشن میں ممکنہ حد تک کی تشدد کے استعمال کا تو اظہار کر چکے ہیں اور یہ یقینی اور حقیقی اغراض کے عین مطابق قدم ہوگی۔ لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ مالک وحاصل پر زمین تنگ کرنے والے بلوچ راجی لشکر نے جن چیزوں کو بنیاد بنا کر یہ قدم اٹھائے ہیں تو کل کو اپنی دلیلوں اور نقاط کے اوپر اختر مینگل کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے (یاد رہے کہ تفریق باقی نہیں رہی، قبائلیت اور متوسط طبقے کے علاوہ کردار برابر کے وزن رکھتے ہیں دونوں طرف) تو ہماری برسرزمین پارٹیوں بی ایس او، بی این ایم اور بی آر پی ودیگر کا ممکنہ لائحہ عمل کیا ہوگا م۔ بلوچ عوام کے اندر وہ اس چیز کے لیے کیسے مثبت رائے تشکیل دیں گے اور کنفیوژن در کنفیوژن کے اس عمل کو وہ کیسے اپنے حق میں موڑیں گے۔ یہ دراصل ابھی تک وہ تشنہ طلب سوالات ہیں کہ جن کے جواب دینا تمام پارٹیوں کی نظریاتی وابستگی ثابت کرتا ہے۔ جب تک یہ امر واضح نہیں ہونگے بلوچ عوام میں شرفِ قبولیت اور وابستگی ہمیشہ شکوک کی زد میں رہیگی۔

الیکشن بائیکاٹ: منزل سے ایک قدم اور قریب

فیض بلوچ

پاکستان کے آئندہ الیکشن کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ قابض ریاست اپنی ظلم و بربریت میں مذید شدت لایا ہے۔ الیکشن کی راہ ہموار کرنے کے لیئے پورے بلوچستان کو قابض فوج نے بارود کا ڈھیر بنادیا ہے۔ آزادی کے جذبے سے سرشار بلوچ حریت پسندوں کے حوصلوں کو پست کرنے کی ایک ناکام کوشش ذریعے حالیہ دنوں پاکستانی یزیدی لشکر نے گن شپ ہیلی کاپٹرز، جنگی جہاز و ٹینکوں زریعے مشکے میں یلغار کی، درجنوں شہید و زخمی ہوئے، بلوچوں کے گھر و گِدانوں کو آزادی کے سرمچاروں کی پناہ گاھیں کہہ کر زمین بوس کردیا گیا۔ مگر اِن قابض احمقوں کو کون سمجھائے کہ بلوچ قومی فوج (سرمچار) تو بلوچ قوم کے دل و دماغوں میں بستے ہیں۔ خونی آپریشن کے دائرے کو مشکے سے وسعت دیکر تمپ، مند، پنجگور، خاران قلات، مستونگ، سبی و بلوچستان کے مختلف علاقوں تک وسیع کردیا گیا، اور بلوچ فرزندوں کی جبری گمشدگیوں اور حراستی قتل میں مزید تیزی لائی گئی۔ گذشتہ کچھ دنوں کے اندر مزید درجنوں بلوچ فرزندوں کو اغواء و شہید کردیا گیا۔ الیکشن کے قریب ہونے کے ساتھ ریاستی درندگی میں اضافہ محض اتفاق نہیں، بلکہ یہ پاکستانی پارلیمان پسند مفاد پرست پارٹیوں کی فرمائش کا نتیجہ ہے۔ نیشنل پارٹی، بی این پی عوامی و دیگر جو کہ الیکشن میں جانے کے خواہاں ہیں انکے اخباری بیانات و ٹی وی ٹاک شوز میں ریاست سے پُرامن الیکشن کے انعقاد کی التجا کرنا۔ نیشنل پارٹی، بی این پی عوامی و مینگل نہ تو کراچی سے الیکشن لڑنے جارہے ہیں اور نہ ہی اُنکے مدِ مقابل ایم کیو ایم ہے۔۔۔ پھر آخر یہ اتنا ڈر کس سے محسوس کررہے ہیں؟ یقیناً صوبہ خان اینڈ کمپنی کو آزادی پسند قوتوں سے ہی ڈر محسوس ہورہا ہے۔ کیونکہ قابض ریاستی فوج سے ''پُرامن انتخابات'' کی فرمائش بذاتِ خود قابض کے اداروں پر اعتماد و قربت ظاہر کرتی ہے۔ پُرامن الیکشنز کا سادہ لفظوں میں مطلب ''آزادی پسندوں'' کا صفایا۔ قابض ریاست نے اپنی فرعونیت کو بلوچستان میں قائم رکھنے کے لیئے ہزاروں آزادی پسندوں کو جبری طورر پر گمشدہ و شہید کردیا۔ ملٹری آپریشنز ذریعے آبادیوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیا گیا۔ لاکھوں بلوچوں کو اپنے ہی مادرِ وطن سے بیدخل کرکے ایک مہاجر کی زندگی گذارنے پر مجبور کردیا گیا۔ انکا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ بلوچ سرزمین کو اغیار کے زیرِ تسلط سے دائمی طور پر چھٹکارہ دلانا چاہتے تھے۔ مگر اِس پورے ظلم و بربریت کے دور میں اسلام آباد کی سلامتی کے لیئے دُعا گو قوم پرست خاموشی کے عوض اپنی مُٹھیاں گرم کرتے رہے۔ راہِ آزادی کے بہادر بلوچ سپوتوں کی مسخ شدہ لاشیں گرتی رہیں۔ تحریکِ آزادی کے دوست اغواء ہوتے رہے، یکے بعد دیگر ہماری ماؤں کی گھود اُجڑتی رہیں، گھروں کے دیئے بجھتے رہے مگر گوادر سے لیکر تُربت اور خضدار و شال تک پیٹ پرست حضرات خاموش رہے۔ بلا کیسے بولتے، کیونکہ اُنکے پیٹ کی دوزخ مُسلسل بجھتی رہی کہ جنکے کہنے پر انہوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ آزادی پسند جماعتوں کی وقتی طور پر سرفیس سے اُوجھل ہونے کو اسلام آباد کے رکھوالے اپنی فتح سمجھ رہے تھے مگر ہزاروں بلوچ فرزندوں، ماؤں، بہنوں کی قربانیوں کے بعد فتح صرف اور صرف حریت پسند قوتوں کی ہی ہوگی۔ بلوچ نیشنل فرنٹ (بی این ایف) کی تُربت و کراچی میں لگاتار دو عظیم الشان کامیاب ریلیوں نے قابض ریاست اور اسکے حواریوں کی نیندیں حرام کردی ہیں۔ تمام تر ریاستی بربریت کے باوجود بھی بلوچ قوم آزادی کے مطالبے سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں، بلکہ ہر گذرتے دن کے ساتھ تحریکِ آزادی کے ہمدردوں میں اضافہ ہونے کے ساتھ تحریک مزید منظّم و محکم ہوتی جارہی ہے۔ الیکشنز کے انعقاد سے قبل بی این ایف کی جانب سے بلوچستان بھر میں ریاستی پروپگینڈہ مشینری یعنی پاکستانی الیکٹرونک میڈیا کی نشریات پر مکمل طور پر پابندی عائد کی گئی ہے جو کہ بی این ایف کی جانب سے ریاستی عزائم کو خاک میں ملانے کے لیئے ایک بروقت فیصلہ ہے اور اِسکے ساتھ ساتھ تمام کیبل آپریٹرز قابل تعریف ہیں کہ جنہوں نے قوم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے بی این ایف کی کال پر لبیک کہا۔ پاکستانی گماشتہ تنظیمیں جو کہ الیکشن سے قبل اپنی تمام تر ''نیٹ پریکٹس'' پاکستانی الیکٹرونک میڈیا ذریعے کررہے ہیں کیونکہ یہ انتخابی مہم بلوچستان کے گلی کوچوں میں نہیں چلاسکتے، کیونکہ اُنہیں بخوبی اندازہ ہے

کہ اُنکے استقبال میں پھولوں کی پتیاں نہیں بلکہ جُوتے، انڈے وٹماٹر برسائے جائیں گے۔اس وقت اِنکے ہاتھوں میں جو ریاست کا عطا کردہ موثر ہتھیار (الیکٹرونک میڈیا) ہے اسکی نشریات پر پابندی لگانے سے وہ بُری طرح سے کاوئنٹر ہوگئے ہیں۔مگر طویل میڈیا بائیکاٹ کو بلوچ آزادی پسند اپنی کامیابی تصور نہ کریں، بلکہ میڈیا بائیکاٹ مہم کے ساتھ ساتھ آزادی پسند قوتیں اپنی ''کاوئنٹر الیکشن'' پروپگینڈہ مہم میں مزید شدت لاتے ہوئے جدید موثر طریقے اپنا کر ریاستی الیکشن کو بلوچستان بھر میں مکمل طور پر ناکام کرسکیں۔اپنی ناقص رائے دیتے ہوئے کچھ گذارشات پیش کرنا چاہونگا، اگر اِنکوں ہم صحیح طریقے سے بروقت استعمال کریں تو ہمیں بہتر نتائج مل سکتے ہیں۔

۱)''الیکشن نہیں صرف لبریشن'' کی باقاعدہ منظّم کاوئنٹر الیکشن مہم شروع کی جائے۔

۲) پہلے کی نسبت بلوچستان بھر میں زیادہ سے زیادہ الیکشن مخالف پمفلیٹس شائع کیئے جائیں۔

۳) الیکشن مخالف پوسٹرز اور وال چاکنگ میں اضافے کی ضرورت ہے (مگر ساتھیوں کی سیکورٹی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے)۔

۴) اس مہم کے لیئے پرنٹ میڈیا جس قدر معاون ثابت ہوسکے استعمال کیا جائے۔

۵) آزادی پسند تنظیمیں ولیڈران ''وڈیو یا آڈیو'' پیغامات ذریعے قوم کی رہنمائی کریں ایسا کرنے سے قوم بہتر طور پر گائیڈ بھی ہوگی اور آزادی پسند قوتوں کو اپنے آپ سے مخاطب ہوتا دیکھ کر اُن میں ایک نیا ولولہ و جوش پیدا ہوگا اور وہ مذ ید موٹیویٹ ہوسکیں گے۔'' آڈیو اور وڈیو'' پیغامات کو مختلف طریقوں سے قوم تک پہنچایا جاسکتا ہے۔کیبل آپریٹرز کے ذریعے،موبائل فونز ذریعے ایک دوسرے پر منتقل کرنا،سی ڈی بنا کر تقسیم کرنا،انٹرنیٹ پر یوٹیوب وڈیلی موشن پر اپلوڈ کر کے۔

۶) الیکشن مخالف سوشل میڈیا سیل کا قیام نہایت اہم ہے۔بلوچستان میں جتنے گھرانوں کی انٹرنیٹ تک رسائی ممکن ہے، اُنکے ذریعے پیغام کو ہزاروں گھروں میں پھیلا جا سکتا ہے۔۔اور وہ اِس سلسلے کو جوڑ کر اپنے اپنے خاندانوں اور پڑوسیوں تک مہم کے دائرے کو وسیع کر کے پھیلاسکیں گے۔گذشتہ ایک دہائی سے زائد عرصے سے جاری بلوچ تحریکِ آزادی دُنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ہزاروں بلوچ شہداء ،اسیروں اور سرمچاروں نے اپنی قربانیوں ذریعے دُنیا کو باور کرایا ہے کہ بلوچ بھی ایک زندہ قوم ہے، اسکی اپنی ایک جُدا سرزمین، شناخت، زبان، رسم ورواج اور ہزاروں سالوں پر محیط ایک تاریخ ہے۔ بیرونی امداد پر منحصر ودہشت گردی کا اڈہ جسے دنیا پاکستان کے نام سے جانتی ہے، وہ اس وقت اقوام عالم کے لیئے ایک بوجھ اور دردِ سر بن گیا ہے۔دُنیا بخوبی جانتی ہے کہ آزاد بلوچ ریاست کے قیام سے نہ صرف اس خطے بلکہ دنیا میں امن وخوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوجائے گا۔ بین الاقوامی برادری آئندہ پاکستانی الیکشن کو بلوچستان میں بہت باریک بینی سے دیکھ رہی ہے۔اُنکی نگاہیں آزادی پسند بلوچوں پر مرکوز ہیں کہ وہ پاکستانی الیکشن سے بھرپور بائیکاٹ کی کامیابی سے اپنی عوامی طاقت کو منواسکیں گے۔کیونکہ قابض ریاست کے الیکشن سے مکمل اظہارِ لاتعلقی سے ہی ہم اپنی آزادی کے منزل سے ایک قدم اور قریب تر ہوجائیں گے۔

آزادی کبھی بھی حاکم کی طرف سے رضا کارانہ طور پر عطا نہیں کی جاتی بلکہ آزادی کیلئے محکوم کو مطالبہ کرنا پڑتا ہے۔

☆☆☆مارٹر لوتھر کنگ☆☆☆

16دسمبر کی یاد (مظلوم قوم کی آزادی)

میران بلوچ

جب زندگی جنم لیتی ہے تو پیدائش سے پہلے درد اور کرب ہوتا ہے۔لیکن نئی ہستی کے وجود کی خوشخبری درد کا احساس کم کر دیتی ہے۔کم از کم تیس لاکھ بنگالیوں نے آزادی کی قیمت ادا کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا جو یقیناً'' بھاری قیمت تھی جو بھیڑیوں کے جذبہ خون آشامی کا نشانہ بنے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں ۔دریا میں تالاب میں، راستے میں گھروں میں'عصمت دری' تشدد' اذیت' آنکھیں نکالنے' سرعام کوڑے مارتے' اعضام جسم سے جدا کرنے' قتل عام سے پہلے عورتوں کی چھاتیاں کاٹنے کے دردناک واقعے پورے بنگال میں عام ہو رہے تھے ۔انسانیت بنگال میں دم توڑ چکی تھی۔ بنگال کے گاؤں، قصبوں اور شہروں کی فضاء جھلسے ہوئے انسانی جسموں کے لوتھڑوں سے بوجھل تھی۔کوئی بھی مذہب یا دین یا کلچر بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔عورتوں کی عصمت دری اُن کے کن گناہوں کی پاداش میں کی گئی؟ اور یہ سب کچھ جن لوگوں نے کیا وہ اسلام کے نام لیوا تھے جنہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے بنگالیوں کا قتل عام کیا جو مسلمان تھے، جن کا نماز جنازہ پڑھا گیا نہ کفن نصیب ہوا۔لیکن وہ کونسا جذبہ تھا جس نے امن پسند بنگالیوں کو یہ دن دکھائے اور سرزمین بنگال کے پانچ کروڑ بنگالیوں کو صدائے نفرت بلند کرنے پر مجبور کیا اور لاکھوں نوجوانوں، مرد اور عورتوں نے ہتھیار ہاتھوں میں تھام لیے کہ جنہوں نے انگریز (غیر مذہب) کے خلاف 1600ء تا 1947ء تک اتنا نفرت نہیں دکھایا جو پاکستان کے خلاف صرف 24 سالوں میں دکھایا آخیر کیوں؟

دوسری طرف جب ہم دیکھیں تو تحریک آزادی میں سب سے زیادہ سرگرم بنگالی تھے'مسلم لیگ کی بنیاد ڈھاکہ میں رکھی گئی تھی۔1940ء کی قرارداد بنگالی رہنما مولوی فضل الحق نے پیش کی لیکن تقسیم ہند کے بعد بنگالیوں کو جلد ہی سمجھ آ گیا کہ تقسیم تو ہو گئے لیکن آزادی نہیں ملی۔

پاکستان بنتے ہی پنجابی استحصالی قوتوں نے بنگال میں ثقافتی یک رنگی کی پالیسی جبراً ٹھونسنے کی کوشش کی 1948 میں جناح نے اپنے دورہ ڈھاکہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اردو اور اردو صرف اردو ہی پاکستان کی قومی زبان ہوگی'' تین دن بعد مسٹر ایم اے جناح نے یہی اعلان ڈھاکہ یونیورسٹی کے کرزن ہال میں طلباء کے سامنے کیا تو نہ صرف طلباء نے احتجاج کیا بلکہ جناح پر جوتے بھی برسائے اور بنگلہ دیش میں ہڑتال کی گئی (اس سلسلے میں طلباء کے سرگرم لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں جناح سے بات چیت بھی ہوئی جو لا حاصل رہی) حالانکہ پورے آبادی کا صرف 6 فیصد حصہ اردو بولتا تھا اور بنگالی بولنے والوں کی تعداد 56 فیصد سے زائد تھی۔ بنگالیوں نے مذہب سے زیادہ اپنی مادری زبان کو مقدس قرار دیا اور جب ڈھاکہ یونیورسٹی میں طلباء احتجاج کر رہے تھے تو پاکستانی درندہ صفت فوج اس وقت یونیورسٹی میں داخل ہوا اور فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں دو درجن سے زائد طلباء اور اساتذہ ہلاک ہوئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے (اسی جگہ پر طلباء کی یاد میں'' شہید مینار'' قائم کیا گیا جو آج تک قائم ہے اور بنگلہ قومیت کی علامت بھی ہے۔اور بات صرف زبان پر تقسیم نہیں ہوتی زبان تو مسائل کی صرف ایک کڑی تھی ۔اس کے علاوہ پنجابیوں کی ذہنیت یہ تھی کہ بنگالی اچھے فوجی نہیں بن سکتے۔ 1970ء تک صرف ایک بنگالی میجر جنرل کے عہد تک پہنچ سکا تھا اور 1970ء تک 6 کروڑ کی آبادی والے بنگلہ دیش کی پاکستانی فوج میں حصہ 8 فیصد سے بھی کم تھی۔ بجٹ کا 56 فیصد فوج پر خرچ کیا جاتا تھا اور تمام ٹیکس بنگال سے وصول کیا جاتا۔جس سے پاکستان کے تینوں دفاعی یونٹ چلتے تھے لیکن اس ٹیکس کا 10 فیصد بھی بنگالی عوام پر خرچ نہیں ہوتا تھا۔400 سول افسران پورے بنگلہ دیش کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے تھے اور یہ افسران گورے انگریزوں سے بھی زیادہ تحکمانہ انداز اختیار کرتے تھے۔مظلوم بنگالیوں کو تمام کیڑے مکھوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہ افسران تمام کے تمام پنجابی یا اردو بولنے والے مہاجر تھے۔ 1970ء تک سول سروس میں بنگالیوں کی تعداد سرزمین بنگال میں 12 فیصد اور پنجابی اور مہاجروں کی 88 فیصد تھی۔صنعتی دوڑ میں بنگال کا مقابلہ مغرب سے 19/20 نہیں بلکہ 10/20 سے بھی کم تھا۔1958ء تک پورے بنگال میں

148 کروڑ روپے کا صنعتی سرمایہ لگا تھا جبکہ اکیلے کراچی میں 135 کروڑ سے زائد تھا اور کراچی کو شامل کر کے پنجاب 515 کروڑ کا صنعتی سرمایہ لگا تھا۔ بنگال کا صنعتی سرمایہ کاری پنجاب اور کراچی کے مقابلے میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھا۔ تمام بڑے ڈیم پنجاب میں تعمیر ہوتے رہے۔ اور بنگال سیلابوں میں ڈوبتا رہا جبکہ جو ڈیم پنجاب میں تعمیر ہوئے ان زرمبادلہ کا 90% سے زیادہ تر بنگال سے کما کر لایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے وسائل بنگال سے پاکستان (پنجاب) کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ بنگال کی جہدوجہد دراصل نوآبادیت کے درجے سے گریز کی جہدوجہد تھی۔ مظلوم بنگالیوں نے جب کبھی اپنے سیاسی و معاشی حقوق کیلئے آواز بلند کی۔ ان پر ریاست نے غداری اور ملک دشمنی کا الزام لگایا، ان کی کوئی بڑی مانگ نہ تھی بلکہ قرارداد لاہور کی بنیاد پر تھی جس پر عمل کر کے بنگال کو مکمل علاقائی خود مختاری دی جائے اور لوٹ مار سے تنگ آ کر مطالبہ کیا گیا کہ مشرق اور مغرب کیلئے دو الگ معیشتیں رائج کی جائیں اور بنگال میں ایک علاقائی دفاعی طاقت قائم کی جائے۔ 1954ء میں بنگال میں صوبائی انتخابات مسلم لیگ کے ہاتھ صرف 10 نشستیں آئیں۔ جبکہ مخالف سیکولر جماعتوں (عومی لیگ' کرشک سرامک وغیرہ' پر مشتمل متحدہ محاذ موسوم بہ جگتو فرنٹ نے 223 نشستیں جیتیں)۔ لیکن اس جیت کا کوئی فائدہ نہیں نکلا صرف غیر ضروری وزارتیں بنگالیوں کے ہاتھ تھمادی گئیں اور شیخ مجیب کو وزارت زراعت دی گئی۔ لیکن اس ناانصافی پر قطعاً خاموش نہ ہوئے احتجاج کا سلسلہ شروع تھا کہ مارشل لا لگا کر ون یونٹ قائم کیا گیا۔

1966ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے لاہور میں منعقد حزب اختلاف کی کانفرنس میں اپنے چھ نکات پیش کر دیئے۔ نکات کے مطابق دونوں حصوں میں علیحدہ کرنسی' علیحدہ فوج اور خود مختار مالی پالیسی کا نظریہ پیش کیا اور چھ نکات کے جرم میں شیخ مجیب کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اسی دوران بنگالی سارجنٹ ظہور الحق کو دوران فوجی حراست بے دردی سے قتل کر دیا گیا (ظہور الحق کیس کی سماعت کرنے والی عدالت پر ڈھاکہ میں ہجوم نے حملہ کر دیا اور جان بچانے کیلئے جسٹس ایس۔ اے رحمٰن کو ننگے پاوں ہوائی اڈے کی طرف بھاگنا پڑا)۔ وسیع احتجاج کے پیش نظر شیخ مجیب کو رہا کر دیا گیا۔ شیخ مجیب کو اپنے چھ نکات پنجاب کو پیش کرنے پر'' بھینس کے آگے بھیم بجانے'' جیسا لگا تو مجیب نے بنگال کی آزادی کی کوششیں شروع کر دیں۔ شیخ مجیب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیخ مجیب بنگلہ دیش کے ضلع فرید پور کے ایک معمولی گھرانے سے تھا۔ طالب علمی کے دور میں بنگلہ زبان کے مسئلے پر بطور اسٹوڈنٹ لیڈر پاکستان کی قیادت اور ایم۔ اے۔ جناح کے خلاف جلوس نکالا۔ شیخ مجیب دبلا پتلا سانولی رنگ کا نوجوان تھا جو ہمیشہ سفید کرتہ پاجامہ پہنتا تھا (کرتے کے کبھی ایک یا دو بٹن بھی غائب رہتے تھے) پاوں میں ربڑ کی معمولی سی چپل جو بنگالیوں کی مفلوک الحالی اور افلاس کی غمازی کرتی تھی۔ شیخ مجیب ایک بگولہ تھے جب وہ مجمع کے سامنے آتے تو ان پر جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ان کی آواز میں کرب اور رقت بے پناہ اثر پیدا کر دیتی۔ جس پر بنگالی عوام اپنی جانیں نچھاور کر دیتی تھیں۔ آگے چل کر شیخ مجیب کو بابائے بنگال کا عظیم لقب ملا۔ بنگالی عوام نہایت احساس کمتری کے شکار ہو چکے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مذہب کے سوا بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان کوئی چیز مشترک نہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ بنگالیوں کی مسلمانیت کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

1970ء کے عام انتخابات میں عوامی لیگ اور دوسرے بنگال کی منتخب پارٹیوں نے اتنی سیٹیں حاصل کیں کہ وہ خود حکومت بنا سکتے تھے۔ مغربی اور مشرقی بازوؤں میں۔ لیکن طاقت ور فوج اور سول حکمرانوں کو یہ قطعی منظور نہ تھا۔ لاغر بدن، سست و کاہل اور نیم مسلمان پاکستان کے حکمران بن جائیں۔ بنگالیوں کے صبر کا لاوا پھٹ گیا۔ پر تشدد عوامی احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پورے بنگال میں اس عوامی سیلاب سے گھبرا کر پاکستانی حکمرانوں نے ''اِدھر ہم اُدھر تم'' کے فارمولے پر شیخ مجیب کو مذاکرات کی دعوت دی لیکن شیخ مجیب کسی شکل میں اسلام آباد کے ساتھ تعلق پر راضی نہ تھا۔ اس ضمن میں تصادم ناگریز ہو گئی۔ ڈھاکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے عوامی لیگ کے حکم پر بنگلہ دیش کا قومی ترانہ بجایا اور شیخ مجیب کی سول نافرمانی کا اعلان کر دیا۔ 3 مارچ 1971ء کو پاکستان نے ڈھاکہ میں کرفیو لگایا جسے بنگالی سپوتوں نے کھلم کھلا چیلنج کر دیا اور گھروں سے باہر نکل آگئے تو پاکستان کو بنگال کی سرزمین پر اپنی بربادی کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے۔ عوامی لیگ نے 7 مارچ تک مسلسل مظاہروں اور ہڑتالوں کے پروگرام کا اعلان کر دیا۔ کاروبار بند رکھنے، دفاتر میں کام نہ کرنے، پاکستان کی طرف سرمایہ نہ بھیجنے' تجارت نہ کرنے اور ٹیکس وغیرہ نہ دینے کے حکم نامے جاری کرنا شروع کر دیئے۔ یہ بھی حکم جاری ہوا کہ اگر ریڈیو ،ٹی وی اور اخبارات عوامی لیگ اور دوسرے پارٹیوں کی قیادت کے بیانات اور احکامات شائع نہ کریں تو بنگلہ دیشی عوام ان کے ساتھ تعاون سے انکار کر کے مکمل

بائیکاٹ کرینگے۔اس اعلان کے ساتھ ہی ریلوے سروس'پی آئی اے' کی پروازیں بند ہوگئیں۔سیکٹریٹ کے ملازمین بھاگ گئے۔ڈھاکہ ہائی کورٹ کے ججوں اور وکیلوں نے جلوس نکالا'نزائن گنج رائفل کلب سے اسلحہ لوٹ لیا گیا۔

بنگالیوں کے سینوں میں غیظ وغضب اور نفرت کی آگ دبی ہوئی تھی وہ جان ومال کی تباہی کی صورت میں بھڑکی پاکستانی پرچم اور جناح کی تصاویر کُھلے عام جلائے گئے۔سرکاری اور غیر سرکاری مقامات پر سیاہ اور بنگلہ دیش کے جھنڈے لہرائے گئے۔صدر گھاٹ (ڈھاکہ) میں ہجوم نے فوجی یونٹ پر حملہ کرکے چھ پاکستانی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔عوامی لیگ کی ذیلی تنظیم' پوربو بنگلہ شرامک اززلن' نے یہ اشتہار ہر جگہ تقسیم کیا' بنگال کی قوم آزادی کی تحریک شروع ہوچکی ہے اس کو جنگل کی طرح گھر گھر پھیلاؤ۔وطن پرست اور نقلاب پسند لوگوں ہتھیار اٹھالو دشمن فوج کا مقابلہ کرو اور اسے ختم کردو۔مسلح مزاحمت کے ذریعے آزاد کرائے گئے علاقوں کا دفاع کرو۔لوگو!تمہیں جو بھی ہتھیار ملے سنبھالو اور دشمن کے راستے بند کرو۔سڑکیں کاٹ دو اور پلوں اور ریلوے لائنوں کو اُڑادو۔اپنے گھروں میں دیسی اور خود ساختہ بم رکھو۔بنگال کو فتح کرو'۔12ءمارچ 1971ءکو باریسال' کو میلا اور بوگرا میں جیلیں توڑی گئیں اور مجرموں وسیاسی ورکروں کو فرار کردیا گیا۔اس کے علاوہ کئی خفیہ تنظیمیں راتوں رات بن گئیں۔پاکستان اور پاکستانی فوج کے خلاف اشتہارات بٹنے لگیں۔14مارچ کو شیخ مجیب نے اس سے پہلے کے تمام حکم نامے منسوخ کرتے ہوئے سول نافرمانی کیلئے پروگرام کا اعلان کیا جس میں ڈپٹی کمشنروں اور سب ڈویژن افسروں سے کہا گیا کہ وہ اپنے اختیارات علاقے کے عوامی لیگ اور سنگرام پریشد کی ہدایت کے مطابق استعمال کریں۔23مارچ 1971ءکے یوم پاکستان کو یوم مزاحمت میں بدل دیا گیا۔اسی روز کہیں بھی پاکستانی جھنڈے لہرانے کی اجازت نہ دی گئی۔فوجی کاروائی کا آغاز 25اور 26مارچ 1971ءکی درمیانی شپ کو ہوا۔26مارچ کے دن اقبال ہال اور جگن ناتھ ہال ڈھاکہ یونیورسٹی کے تمام طلباء کو پاکستانی فوج نے شہید کردیا اور 9 مشہور پروفیسرز کو گولی سے اڑادیا گیا۔

سب سے پہلے شیخ مجیب کو گرفتار کیا گیا.اس کے بعد بنگالی اخباروں ''اتفاق'' اور ''سنگباد'' کے علاوہ انگریزی روزنامہ پیپل جو بنگالی عوام کے ترجمان تھے) کی عمارتوں کو جلا کر تباہ کردیا گیا. ہزاروں سال پرانی ہندوؤں کے''کالی مندر'' کو 28مارچ کو تباہ کردیا گیا۔مارچ کے آخر تک قریباً سارا ڈھاکہ لوگوں سے خالی ہوچکا تھا اور شہر کے باشندوں نے قریبی گاؤں جنیز اور بوڑھی گنگا کے دوسرے کناروں پر پناہ لی لیکن بعض مخبروں کی اطلاع پر فوج ان کی پناہ گاہوں پر چڑھ دوڑی اور اس قدر قتل عام کیا کہ دریا مردہ اجسام سے اور آسمان گدھوں سے بھر گیا۔پاکستانی فوج نے بے دریغ قتل عام کیا۔خصوصاً عوامی لیگ کے کارکنوں اور ہندوؤں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارا گیا فوج کا ساتھ دیتے قتل عام کرنے،عصمت دری کرنے میں جماعت اسلامی' الشمس والبدر کے کارندے تھے جنہوں نے بچوں کو ان کے ماں' باپ کے سامنے قتل کیا۔عورتوں کی عصمت دری ان کے باپ' بھائی اور شوہروں کے سامنے کی۔اور لاکھوں لوگ لاپتہ کردیئے گئے۔

پاکستانی فوج اور اس کے سول کارندوں (الشمس والبدر) کی کل تعداد 2لاکھ سے زائد تھی جبکہ ان کے مقابلہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار مسلح اور غیر مسلح بنگالی سرمچار (مرد اور عورتیں) تھیں۔

پاکستانی فوج کے مقابلے مزاحمت کیلئے مُکتی باہنی' قادر باہنی' ای پی آر' بنگال لبریشن آرمی اور بچھو جیسی خفیہ تنظیمیں بنائی گئی تھیں۔

سب سے بڑی مزاحمتی تنظیم مکتی باہنی (فوج آزادی) تھی جسے 1970ءمیں ریٹائرڈ کرنل عثمانی نے بنایا اور منظّم کیا۔اس کے بعد قادر باہنی (جو انتہائی منظّم اور سفاک و چالاک تنظیم) تھی۔اس کا قائد عبدالقادر صدیقی تھا۔کبھی ریاستی فوج کے اہم عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔اس تنظیم میں بیس ہزار سے زائد گوریلے تھے'ان باہنیوں نے نہ صرف پاکستانی حامی بنگالیوں اور فوج پر حملے کیئے'ان کی املاک کو برباد کیں بلکہ اپنے آدمیوں کو فوج کی مددگار تنظیموں الشمس والبدر میں بھی داخل کردیا۔اس کے علاوہ ایک خفیہ تنظیم ''بچھو'' کے نام سے موسم تھی اور یہ نوجوان بنگالی لڑکیوں پر مشتمل تھی جو ڈھاکہ،چٹاگانگ اور دوسرے اہم شہروں میں جاسوسی اور تخریبی کاروائیاں کرتی تھی۔

مکتی باہنی کا ایک حصّہ فدائیوں پر مشتمل تھا جسے مسلم لیگ، جماعت اسلامی' الشمس والبدر' پاکستانی فوج کے اعلیٰ حکام، پاکستانی رضا کار تنظیموں کے چیدہ چیدہ کارکنوں اور خاص خاص سرکاری حکام کو قتل اور خودکُش حملوں کیلئے تیار کیا گیا تھا۔جب ان فدائیوں سے ایک نوجوان کو پکڑا گیا تو تفتیشی افسر نے اسکی چھاتی پر اسٹیشن گن رکھ کر کہا اگر تم نے سب کچھ نہیں بکا تو یہ گولیاں ابھی تمھارے سینے کے

پار ہو جائینگے ۔اسی وقت وہ نوجوان نیچے جُھکا، زمین کو بوسہ دیا اور کہا ''میرا خون ہماری منزل آزادی کو قریب تر کر دیگا، میں مرنے کیلئے تیار ہوں'' ۔ بنگالی گو ریلے اکثر کبھی نہ پکڑے جاتے کیونکہ لوگ جاننے کے باوجود ان کی شاندہی نہ کر تے ۔ پولیس آزادی پسندوں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ بنگالی فوجی اسلحہ سمیت چھاو نیوں سے بھاگ گئے اور مکتی باہنی و دوسرے مسلح تنظیموں سے مل گئے طلباء اور ور کروں میں رائفلیں تقسیم کردی گئیں۔ عام پبلک جلد ہی مزاحمتی پروگرام میں شر یک ہوگئی۔ انہوں انتہائی تیزی کے ساتھ سڑکیں کاٹ دیں۔ عمارتیں تباہ کر دیں اور پاکستانی فوجیوں کی نقل وحرکت روکنے کیلئے رکاوٹیں تعمیر کرلیں۔ ای پی آر طلباء اور مکتی باہنی کے کارکنوں نے فوج کا صفایا کر دیا دیہاتوں میں پاکستانی فوج پر جلد قابو پالیا گیا اور کئی قصبات میں پاکستانی فوج کو تھوک حساب سے قتل ہوئے ۔ 1971ء کے تقریباً پورے سال میں بنگال کی ندیوں میں پانی سے زیا دہ انسانی خون بہتا رہا۔ فضاؤں میں کرگسوں اور چیلوں کا راج رہا۔ مردہ لاشو ں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ مردار خور جانور کھانے سے عاجز آگئے ۔ شیخ مجیب نے تیس لاکھ مقتولوں کی بات کی جبکہ حکومت پاکستان نے محض چند ہزار کی بات کی۔ تاہم شیخ مجیب کی صداقت میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں بہت کم قوموں نے جہد وجہد آزادی میں اسقدر بھاری انسانی قربانی دی ہے۔

بین الاقوامی' سیاسی اور اخلاقی محاذ پر پاکستان شکست کھا گیا۔ دنیا بھر میں پا کستانی موقف کو غلط قرار دیا گیا اور بنگال کی تحریک آزادی کو حق بجانب ٹھرایا گیا ۔

پھر 3 دسمبر 1971ء کو اقوام متحدہ کی اجازات سے ہندوستانی فوج بنگلہ دیش کی سرزمین میں داخل ہوا جس نے بنگالی گوریلوں کی مدد سے صرف چودہ (14) دنوں کے اندر اندر پاکستانی فوج کو گُھٹنے گھٹنے پر مجبور کر دیا۔ پاکستان ذلت کا مستحق تھا جس نے فوجی کاروائی کے دوران ڈھاکہ اور دوسرے شہروں میں چادر اور چاردیواری کو پامال کیا۔ عورتوں کے ساتھ جبری زیادتی کو معمول بنا دیا۔ سامراج مظلوم کو طاقت کے ذریعے دبانے کے بعد بھی اسکا دل جیت سکتی ہے لیکن اسکے بچیوں اور عورتوں کی آبروریزی کرکے اسے کبھی اپنا نہیں بنا سکتی ۔ پاکستان کے مشرقی محاذ کے آپریشن کا سربراہ جنرل عبداللہ خان نیازی تھا جسے دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر مظلوموں کی زیادہ سے زیادہ نسل کُشی پر انگر یزوں کی طرف سے ٹائیٹل ''ٹائیگر'' ملا تھا۔ اس کے علاوہ دو عدد ہلال جرات ملٹر ی کراس، ستارہ پاکستان اور ستارہ خدمت سے نوازا گیا تھا۔ 16 دسمبر 1971ء کو ریس کورس میدان (ڈھاکہ) کو چاروں طرف سے ہندوستانی فوج نے گھیر رکھا تھا جہاں لاکھوں بنگالی آزادی کا جشن منانے اور ہتھیار ڈالنے کا تما شہ دیکھنے آئے تھے ۔ 93 ہزار فوجی ہندوستان کے جنگی قیدی تھے ۔ بوقت 4 بجے ہندوستانی جنرل جگجیت سنگھ اروڑا جب ہیلی کاپٹر سے نکلے تو بنگالی مرد اور عو رتیں ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئے اور جنرل اروڑا اور اسکی بیوی کو پھولوں کا ہار پہنا کر اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ میدان میں ایک میز لگا ہوا تھا۔ میز کے گرد پہلے جنرل اروڑا بیٹھے اور ان کے برابر جنرل نیازی بیٹھے ۔ مسودہ میز پر رکھا ہوا ہے۔ جنرل نیازی اس مسودے پر دستخط کر دیتا ہے اور اپنا ریوالور کھول کر گولیاں خالی کرکے جنرل اروڑا کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔ اسکے بعد جنرل نیازی کے تمغے اور رینک سرعام اتار دیئے جاتے ہیں۔ ہجوم کی طرف سے گولیوں کی بوچھا ڑ شروع ہوتی ہے۔ جنرل نیازی اپنی جیپ کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں (جسکا ہندوستانی فوج نے گھیرا کیا ہوا ہے) ۔ قصاب، بھیڑیے اور قاتل کا شو ر بلند ہوتا ہے۔ جنرل نیازی اپنی گاڑی میں بیٹھنے والے ہی ہوتے ہیں کہ ایک آدمی محاصرہ توڑ کر آگے بڑھتا ہے اور ان کے سر اور منہ پر دو مرتبہ جوتا کھینچ کر ما رنا شروع کر دیتا ہے۔ جے بنگلہ کا نعرہ عوام کی طرف کی سے گھونجنا شروع ہوتا ہے۔

16 دسمبر 1971ء کو بنگال کی سرزمین پر پاکستان کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ دنیا کے نقشے پر سیکولر سٹیٹ بنگلہ دیش اُبھر کر آیا اور اسکی بنیاد بنگالی ثقافت زبان پر رکھی گئی۔

روایتی نظریہ وضاحت نے ان لوگوں کے مفادات کا تحفظ کیا جن کے ہاتھ میں

سرد جنگ اور آبادی پر کنٹرول کا نظریہ

نوم چوسکی

طاقت اور اقتدار تھا۔ اس نظریہ نے آبادی پر کنٹرول کرنے کا معقول طریقہ دریافت کیا تاکہ متقابل نظریہ تحریک کے بعض پہلوؤں کی پیروی کرتے ہوئے اس سے استفادہ کیا جائے۔ ہر ریاست کو یہ مسئلہ درپیش ہے کہ وہ داخلی طور پر آبادی کو کس طرح کنٹرول کرے جو داخلی طور پر مختلف حصوں میں منقسم ہے اور ان مختلف حصوں کی حدود میں مصرف عمل ہوتا ہے۔ ہر ریاست کا بنیادی کام یہی ہوتا ہے۔

سرد جنگ میں دونوں سپر طاقتیں (روس اور امریکہ) ایک دوسرے کے خلاف نبرد آما تھیں تاہم دونوں طاقتوں کو داخلی طور پر آبادی پر کنٹرول کا مسئلہ درپیش تھا۔سویت یونین میں لینن اور ٹراٹسکی نے جس فوجی بیوروکریسی کی بنیاد رکھ دی تھی وہ آج کل تمام سوشلسٹ اور عصری رجحانات کو ختم کرنے کیلئے سرگرم عمل ہے اس کے برعکس امریکہ میں صنعتی اور کارو باری سیکٹر نے اپنے منصوبہ بندی میں خاص تبدیلی اور باہمی ربط کو ترجیح دی ہے۔سرد جنگ کی محاذ آرائی نے غلط اقدامات کو صحیح قرار دینے کا فارمولا دریافت کیا جب کہ ریاست کی حدود میں حقوق اور طاقت کے نظریئے پر زور دیا۔ثبوت کے بغیر دونوں طاقتوں نے جو غلط اقدامات کیئے انھیں قومی سلامتی کی ضرورت سے منسلک قرار دیا کہ گویا مخالف سُپر طاقت سے اس سلامتی کو خطرہ تھا اس طرح ہر مخالف طاقت نے ایک روایت قائم کرنے کی سعی کی ہے۔جس مقام پر خوف وخطر کا خاتمہ کیا گیا وہ سرد جنگ کے نظریہ کی رو سے ایک مبالغہ ہی معلوم ہوتا ہے بعدازاں ان طاقتوں نے یہ سوچا کہ راستہ تبدیل کر کے قدری حقیقت کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ایک بار پھر اس قسم کی مبالغہ آرائیاں شروع کی جائیں جو ممالک اور اقوام ہماری غارت گری وظلم کا شکار ہوئیں مثلاً ویت نام، کیوبا، نکاراگوا ان کی اپنی بھی غلطی تھی کہ ہم نے جو کچھ کیا اسے تاریخ قدیم سے منسلک کر کے محض کہانی کا درجہ دیا یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح نہایت ماہرانہ طریقے سے غلامی کا سابقہ سامراجی طریقہ رائج کیا جائے۔

جب سویت یونین کا خاتمہ کر دیا گیا تو نظریاتی سسٹم بدستور قائم رہا۔ بہرحال سرد جنگ کے تمام ریکارڈ کو آرکائیو (Archive) میں محفوظ کرنا ہوگا دہشت گردی، اقتصادی جنگ اور دیگر جرائم کا ریکارڈ بھی ماضی کی فائل کے سپرد کرنا پڑے گا۔سرد جنگ کے دوران جو ہوا وہ اب ماضی کا قصہ بن گیا ہے اور اس سے ہمیں کوئی نصیحت نہیں مل سکتی ہے نہ یہ ہمیں مستقبل کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔اخلاقی زمہ داریوں اور انسانیت کے نام پر امریکہ نے جہاں بھی مداخلت کی ہے اسے معمولی تصور نہیں کیا جاسکتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایران نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر بوسنیا میں مداخلت کی ہے ۔ بہرحال کیا کسی اور طاقت کے سلسلے میں انکوائری کرنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی ملک میں کس بہانے سے مداخلت کرتا ہے؟ تاہم امریکہ کے سلسلے میں یہ بات واضح ہے کہ واشنگٹن کو خارجہ پالیسی کی وجہ سے بدنامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

Settings\Baloch\Desktop\images.jpg not found.

بین الاقوامی امور کے ماہر تھامس وائز نے لکھا ہے کہ اس قسم کی چیزوں کو نظرانداز کرنا آسان ہوتا ہے کیوں کہ تصوراتی تبصروں کے ذریعے سرکاری کلچر کا سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ڈیویڈ فرمکسن (ڈیوڈ فرگوسن) نے لکھا ہے کہ!'' آج کل امریکہ کے اقدامات انسانی حقوق کے حوالے ہیں اور یہ دکھانا چاہتا ہے کہ وہ گویا انسانیت کا دوست اور انسانی حقوق کا علمبردار ہے''۔

آج خطرہ بڑھتا جارہا ہے لہٰذا ہمیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایک اور مشن شروع کرنا ہوگا کیوں کہ جن علاقوں میں ہم نے فوجیں بھیجی ہیں وہ نہ تو دوسروں کو نجات دے سکتی ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو نجات دے سکتی ہیں اس نظریہ کی حمایت سرد جنگ کے مخالف جارج کنعان نے بھی کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ گزشتہ چالیس سال سے امریکہ نے روس کے مسائل کے حل کے سلسلے میں مزاکرات سے جو گریز کیا ہے یہ ان کی فاش غلطی ہے کیوں کہ مسائل کو مزاکرات کہ اس قسم کے مسائل پر از سر نو مذاکرات شروع ہوئے ہیں ۔کنعان کا خیال ہے کہ امریکہ کو چاہئے وہ دیگر ملکوں میں انسانی حقوق کے نام پر حد سے بڑھنے کی کوشش نہ کرے کیوں کہ ہر چیز کی کوئی حد ہوتی ہے ایک ملک اپنی حدود میں رہ کر دوسرے ملک کی مدد کرسکتا ہے دوسری بات یہ کہ ہمیں مظلوم انسانوں کو بھولنا نہیں چاہیے اور ان کی خیر خواہی کیلئے کام کرنا چاہیے۔

کنٹرول کا یہ طریقہ سرمایہ دار اور کمیونسٹ ملک میں مختلف ہوتا ہے تاہم سرد جنگ کے دوران دونوں ملکوں میں کنٹرول کرنے اور دبانے کا طریقہ ایک ہی تھا جب روس اپنے ٹینکوں کو برلن، بوداپسٹ، پراگ اور افغانستان بھیجتے تھے تو عوام کو مخالف ملک کے خطرے کے بارے میں بتاتا تھا اس طرح ریاستی جبر و تشدد کیلئے بھی ایک قسم کا جواز فراہم کیا جارہا ہے۔اس قسم کی پالیسی آبادی پر کنٹرول کیلئے بھی وضع کی گئی تھی جس طرح اس نے علاقائی تشدد کے فروغ کیلئے پروگرام بنایا اور اقتصادی ایجنڈے کو آگے بڑھایا سرد جنگ کی اسناد اور نیشنل سیکورٹی میمورنڈم میں ان فیصلوں کا ذکر موجود ہے۔صنعتی پالیسی کو کامیاب بنانے کے اقدامات کئے گئے تاکہ معیشت کی ترقی کے راستے کھل جائیں۔

ایک واضح مثال ہمارے سامنے ہے ''مہم برائے تشدد اور تباہی اور قتل عام'' جو امریکہ نے 1980ء میں مرکزی امریکہ میں شروع کی تھی تاکہ امریکہ مخالف مقامی تنظیموں کو ختم کیا جائے یا د بادیا جائے نیز اس علاقے کے لوگوں پر واضح کردیا گیا کہ وہ اپنی زندگیاں محدود کریں اور متعین کردہ حدود کے اندر زندگی بسر کریں ۔تشدد اور قید و بند کی اس مہم میں ہماری شرم انگیز پالیسیوں کی تصویر کشی کی گئی ہے ہم انسانی حقوق اور جمہوریت کے نام پر تشدد کی اس مہم کو آگے بڑھا رہے ہیں مندرجہ بالا مہمات اور پالیسیاں سرد جنگ کے پیچھے ہیں تاہم آج بھی ضرورت کے تحت ایسا کیا جاتا ہے۔

انتہائی حیرت کی بات ہے کہ روس کے بعد اب امریکہ ایک نئے دشمن کی تلاش میں سرگرداں ہے بین الاقوامی دہشت گردی، منشیات کی سمگلنگ، اسلامی بنیاد پرستی، تیسری دنیا کی عدم استحکامت اور انسانوں کی محرومی جیسے مسائل پیدا کرکے مقاصد کو آگے بڑھانا چاہتا ہے

جہاں تک بین الاقوامی دہشت گردی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر اُس نے جو مظالم کئے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں منشیات کے سلسلے میں دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکہ نے سی آئی اے اور بینکوں کو منشیات کی فروخت اور تجارت سے پیسہ کمانے کی اجازت دی ہے اس قسم کی رپورٹیں اور خبریں پریس اور اخبارات میں نہیں آتی ہیں۔

انیسویں صدی کے ایک تنقیدی مطالعے میں اس قسم کی چیزوں کا ذکر ملتا ہے کہ مزدوروں کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں تاکہ مزدوروں کا ہاتھ ان کے گردن تک پہنچ نہ جائے۔رالف ویلڈو نے لکھا ہے کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل اسناد میں مندرجہ بالا پالیسیوں کی تفصیل موجود ہے جو سرد جنگ میں کسی خوف یا ظلم کے بارے میں شکوک وشبہات کو جنم دیتا ہے تاریخی ریکارڈ سے اس قسم کی تنگ نظری کی گواہی ملتی ہے۔

انقلاب زندہ باد

پنڈت جواہر لال نہرو کا جیل سے اپنی بیٹی کے نام خط

پریہ درشنی۔! بے شک تم نظروں کے پیاری ہو لیکن آج جب میں تمہیں خط لکھنے بیٹھا تو کچھ ایسی دھیمی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں جیسے دور کہیں بادل گرجتا ہو۔ شروع میں تو میں سمجھ ہی نہ سکھا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں لیکن ان سے کان کچھ آشنا معلوم ہوتے تھے۔ ان کی چوٹ میرے دل پر پڑتی تھی اور ایک بازگشت سی پیدا ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ قریب آگئیں اب یہ صاف صاف سمجھ میں آنے لگیں ''انقلاب زندہ باد'' ''انقلاب زندہ باد'' اس پُر جوش نعرے سے سارا جیل خانہ گونج اٹھا اور اس سے ہمارے دلوں کو ایک مسرت حاصل ہوئی۔ معلوم نہیں وہ کون لوگ تھے جو ہم سے اتنے قریب جیل خانے کے باہر یہ نعرہ جنگ لگا رہے تھے آیا وہ شہر کے مرد اور عورتیں تھیں یا دیہات کے کسان تھے۔ جو کوئی بھی ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ہمارے دلوں میں ایک تازگی پیدا کردی۔ ہم نے ان کے پیام کا زبان خاموشی سے جواب دیا اور ہمارے دل سے ان کیلئے دعائیں نکلیں۔

جانتی ہو کہ ہم ''انقلاب زندہ باد'' کا نعرہ کیوں لگاتے ہیں اور تبدیلی اور انقلاب کیوں چاہتے ہیں؟ اس لئے کہ آج ہندوستان میں واقعی زبردست تبدیلی کی ضرورت ہے۔ لیکن جو تبدیلی ہم چاہتے ہیں اس کے ہونے کے بعد یعنی ہندوستان کے آزاد ہو جانے پر بھی خاموش ہو کر نہیں بیٹھے رہیں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز جس کے اندر جان ہو کبھی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی بلکہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے ساری فطرت روز بروز بلکہ منٹ منٹ پر بدل رہی ہے البتہ مردوں میں نشوونما رک جاتا ہے اور ان پر جمود چھا جاتا ہے۔ اچھا پانی وہی ہے جو بہتا رہے لیکن اگر اس کا بہاؤ رُک جائے تو سڑ جاتا ہے۔ یہی حال انسان کی اور قوموں کی زندگی کا ہے۔ خواہ ہم چاہیں یا نہ چاہیں ہم برابر بڑھتے رہتے ہیں۔ ننھی ننھی بچیاں چند سال میں لڑکیاں ہو جاتے ہیں، لڑکیاں جوان، اور جوان بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ ہمیں ان تبدیلیوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان تبدیلیوں کے مُنکر ہیں وہ گویا اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر کے انہیں مُقفل کر دیتے ہیں اور نئے خیالات کو آنے ہی نہیں دیتے۔ جتنا وہ غور و فکر سے گھبراتے ہیں اتنا کسی چیز سے نہیں گھبراتے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ زمانہ ان کی ذرا پروا نہیں کرتا اور انہیں چھوڑ کر بڑھتا چلا جاتا ہے اور چونکہ اس قسم کے لوگ بدلے ہوئے حالات سے مطابقت نہیں پیدا کرتے اس لئے وقتاً فوقتاً زبردست ٹکر ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے انقلاب رونما ہوتے ہیں۔ مثلاً اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا انقلاب فرانس یا تیرہ برس پہلے کا انقلاب روس یہی حال ہمارے ملک کا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی آج انقلاب کی کیفیت ہے۔ بیشک ہم آزادی چاہتے ہیں مگر اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتے ہیں۔ ہم گندے پانی کے تمام لابوں کو خالی کر کے ہر جگہ صاف اور تازہ پانی بھرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں تمام کوڑے کرکٹ کو صاف کرنا ہے اور افلاس اور مصیبت کو اپنے ملک سے دور کرنا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے دماغ کے وہ جالے بھی صاف کرنے ہیں جن کی وجہ سے ان میں غور و فکر کی گنجائش نہیں رہتی اور شاید اس میں بہت دن لگ جائیں گے مگر آؤ کم از کم ایک بار اچھی طرح زور تو لگا دیں۔

انقلاب زندہ باد!

ہم انقلاب کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔ آگے چل کر جو ہونے والا ہے اس کی تو ہمیں خبر نہیں لیکن اتنا تو اس وقت بھی نظر آتا ہے کہ ہماری محنت خوب پھل لا رہی ہے۔ ذرا ہندوستان کی عورتوں پر نظر ڈالو دیکھو اس جنگ آزادی میں کس فخر سے سب سے آگے آگے چلتی ہیں نرمی کے باوجود وہ اتنے بہادر ہیں کہ کسی سے دبنے والی نہیں۔ دیکھو کس تیزی سے قدم بڑھا رہی ہیں اور دوسروں کیلئے مثال قائم کر رہی ہیں۔ کہاں ہے آج وہ پردہ جو ہماری بہادر اور حسین دیویوں کو اب تک چھپائے ہوئے تھا اور ان کے اور ملک کیلئے ایک لعنت تھا وہ اب کسھک کر اس جگہ پہنچ رہا ہے جو اس کیلئے مناسب ہے یعنی عجائب خانے کے الماریوں میں جہاں پرانے زمانے کے تبرکات رکھے رہتے ہیں۔

پھر ذرا بچوں کو بھی دیکھو، لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو اور انکی ونرسنیاؤں اور بال اور بالکا سبھاؤں کو بھی۔ ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر کے والدین بزدل یا غلام رہے ہوں لیکن آج کون کہہ سکتا ہے کہ اس نسل کے بچے آگے چل کر ذرا بھی بزدلی کا ثبوت دیں گے یا غلامی گوارا کریں گے۔ غرض کہ زمانہ گردش کرتا رہتا ہے جو نیچے ہوتے ہیں وہ اوپر آجاتے ہیں اور اوپر والے نیچے چلے جاتے ہیں۔ اب خدا خدا کر کے ہمارے ملک میں بھی اس کی گردش شروع ہوگئی ہے اور ہم نے اسے اب کی بار اس زور کا چکر دیا ہے وہ کسی کے روکے رک نہیں سکتا۔

انقلاب زندہ باد!

ذرائع ابلاغ سامراج کی بولی بولتے ھیں

علی شیر

بلوچ معاشرے میں عوامی میڈیا بائیکاٹ مہم نے پارلیمانی گروہوں کے خوشامدی اور غیر فطری پروپگینڈوں کے سامنے فولادی روک لگادی ہے۔ میڈیا چونکہ قبضہ گیریت کا اہم ستون اور پروپگینڈا کا مؤثر ومعتبر ذریعہ خیال کیا جاتا ہے جس کے ذریعے استعمار غلامانہ سماج اور محکوم عوام کے ذہنوں پر تسلسل کے ساتھ نفسیاتی حملے کرکے، سامراجی عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن کسی شخص پر جبراً کوئی چیز تھوپنا اور کسی خیال وسوچ اپنانے کیلئے اس پر نفسیاتی دباؤ ڈالنا دراصل اس کے ذوق وتحقیق اور آزاد حیثیت کو موت کے گھاٹ اتار دینا ہے، جوکہ بدترین انسانی جرم ہے اور بحیثیت مجموعی پاکستانی میڈیا یہ جرم بار بار کرتا چلا آرہا ہے۔ اسی ضمن میں گزشتہ دنوں بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے لئے گئے الیکٹرانک میڈیا بائیکاٹ اقدام نے جاپانی سامراجیت کے دوران کوریا کے تحریک آزادی کی یاددلادی جس میں تمام تر سامراجی مصنوعات سمیت سامراج کے زیر اثر آپریٹ ہونے والے میڈیا کا بھی بائیکاٹ کیا گیا تھا جوکہ بلوچ قومی خواہشات کی ترجمانی اور انقلابی لیڈرشپ کی دور اندیش سیاسی بصیرت کا مظہر ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں ریاستی میڈیا کا بائیکاٹ بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، مگر بلوچ قومی تحریک کے اس انتہائی اہم موڑ پر یہ اعلان آئندہ پارلیمانی انتخابات کو ناکام بنانے میں توقعات سے کہیں بڑھ سودمند ثابت ہوگا۔ کیونکہ ناموافق حالات میں پارلیمانی گروہ اسی کے ذریعے بڑی مکاری سے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کی آس لگا بیٹھے تھے۔

جس چالاکی سے پاکستانی ذرائع ابلاغ نے گورنر راج کے نافذ العمل ہونے کا بظاہر قانونی جواز ڈھونڈ نکالا اور پھر اس کے کوکھ سے جنم لینے والے بدترین جارحیت کو پاکستان کے رکھوالوں کا بنیادی فریضہ قرار دے کر سراہا اور بیک وقت عالمی دنیا کے آنکھوں میں دھول جھونکنے کا اہتمام کرکے جمہوریت کا راگ الاپنے کے ساتھ ساتھ آئندہ انتخابات کے انعقاد کے پیش نظر باقاعدہ ایک سیاسی مہم کا آغاز کیا اور ہر گروپ کا دوسرے سے سبقت لے جانے کیلئے ورغلاؤ، پھسلاؤ، بہلاؤ اور جھوٹ مسلسل دہراؤ کے پالیسی کے تحت اٹھنے والی طوفان انسانی سطح تک بلند ہونے والے عوامی شعوری سمندر میں اس طرح غرق ہوگئی کہ اس کے آثار تک دکھائی نہیں دیتے۔ گورنر راج کے نافذ العمل ہونے کے بعد تو گویا انہیں بڑا سہل موقع میسر آیا اور بلوچ معاشرے میں سیاسی رائے عامہ کو پارلیمانی رخ دینے کیلئے کمربستہ ہوگئے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ گورنر راج کے نفاذ کو قانونی جواز مہیا کرنے کیلئے پر تول رہے تھے تو دوسری جانب بی این پی وجمعیت جیسے ریاستی ہمنواء گروہوں کو قوم دوست وجمہوریت نواز کے القابات بخشنے کا شور برپا کرچکے تھے لیکن یہ عمل خود ذرائع ابلاغ کی ساخت کیلئے مضر ثابت ہوا، جس کا آج انہیں سامنا ہے۔

بلوچ معاشرے میں پائے جانے والے انقلابی جذبے نے ریاستی ستونوں اور ان کے احساسات کو مسدود کرکے رکھ دیا ہے۔ جس کے ذریعے ریاستی اداروں میں کھلبلی مچ گئی ہے، ان کے باجگزاروں میں بے چینی اور وسوسے کا عالم ہے۔ بلوچ قوم کی خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح قبضہ گیر احساسات کا قلع قمع کیا جائے، ان کے نشانات کو ملیا میٹ کیا جائے جبکہ کم ظرف دشمن یہ سب کچھ آسانی سے ہضم کرنے والا نہیں، کوئی بڑی عوامی دفاعی سیاسی قوت ہی انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ ریاست اس موڑ پر روٹی کپڑے حقوق کے خواب اور مذہب کا ریڑھی لگانے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گی، زبان بندی کیلئے طاقت کے ساتھ ساتھ حیلہ جوئی وبہانہ سازی اور دھوکہ دہی ومنافقت سے بھی گریز کرنے والا نہیں۔ وہ اس گھتی کو سلجھانے کی بھرپور تگ ودو کرے گی۔

مگر جس شاطرانہ انداز میں وہ اپنے زیر اثر ذرائع ابلاغ کے ذریعے بلوچ قومی نفسیات کو باؤنڈ کرنے پر تلا ہوا تھا، وہ خود ہی باؤنڈ ہوگیا۔ ظالم اور مظلوم کے درمیان غیر فطری پل کا کردار ادا کرنے والا میڈیا بالآخر زمین بوس ہوگئی، جس کی گونج عالمی دنیا میں بھی سنی جارہی ہے۔ میڈیا بائیکاٹ مہم نے اشرافیا طبقے کی نیندیں اڑادی ہیں، جو شطرنج انہوں نے بچا رکھا تھا وہ ناکارہ ثابت ہوا، ان کے

خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

میڈیا گروہوں پر دباؤ بڑھتا جا رہا ہے، وہ گومگوں کی کیفیت سے دوچار ہو گئے ہیں ۔وہ شور شرابا، گھنٹوں لاحاصل تکرار اور بے معنی بحث و مباحثے بلوچ معاشرے سے رخصت ہو چکے ہیں، اب وہ ریاستی ایجنڈا کے تکمیل کی ذمہ داری نبھانے سے قاصر رہ گئے ہیں۔

''پاکستان کا پہلا بلوچی نیوز چینل'' بھی خود کو اس عوامی طوفان سے نہ بچا سکا اور بلوچ قومی رائے و منشاء کے احترام سے عاری کردار نے انہیں بھی ڈبو دیا۔ 23مارچ و 14اگست جیسے دنوں میں پاکستانی پرچم کا مونو گرام فخر سے ٹی وی اسکرین پر سجانے سمیت کلچر ڈے کے نام پر کلچر کا استحصال کرنے کے مرتکب ٹھہرنے والے مذکورہ نیوز چینل کو قومی ایشوز کی کوریج ہمیشہ گراں گزرے۔ چاہے وہ ڈیرہ بگٹی و مشکے میں سفاکیت پر مبنی فوجی یلغار ہوں یا قومی سیاسی قوت سے بھرپور عوامی اجتماعات و ریلیاں، انہیں ہمیشہ ناگوار گزرے ہیں۔ صرف بلوچ و بلوچیت کا نام بیچا جا رہا ہے۔ شاید ان کیلئے مندے کا موسم شروع ہونے والا ہے اور انہیں ڈھونڈنے سے بھی گاہک نہ ملے۔

ماضی بعید و قریب سے لیکر آج تک پاکستانی میڈیا کا روش منفی اور Constant رہا ہے۔ جس میں کسی قسم کی مثبت تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ بر عکس اس کے اس پر رشوت ستانی، کاروباری، رجعتی و مذہبی رنگ ہمیشہ غالب رہے ہیں۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھانا اس کا وطیرہ رہا ہے۔ حقائق کو مسخ کر کے منفی پروپگینڈا کا بھرمار کرنا گویا اس کے فطرت میں کھوٹ کھوٹ کر ڈالا گیا ہے۔ اور یہ سب تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ چاہے تو کسی شاہ کو گدا اور کسی کھٹ پتلی کو اعلیٰ مقام و منزلت دلا دے، یا کسی شریف النفس انسان کی تضحیک و تذلیل کر کے دیوار سے لگانے کی مجرمانہ فعل سرانجام دے۔۔۔ لیکن کہتے ہیں کہ حقائق چھپانے سے نہیں چھپتے، جو آج بلوچ قوم کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے، تاریخ کے صفحات پر انمٹ ہوتے جا رہے ہیں۔

گذشتہ سال کے اواخر میں جب پاکستانی وزیر خارجہ بنگلادیش کے دورے پر گئی، جہاں انہوں نے بنگلادیش کے وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد کو صدر پاکستان کا دعوت نامہ پیش کیا تاکہ وہ پاکستان میں منعقد ہونے والی ڈی۔8 کانفرنس میں شرکت کریں۔ اس موقع پر بنگلادیشی وزیر خارجہ محترمہ ڈاکٹر دیپو مونی سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر دیپو مونی نے پاکستانی وزیر خارجہ کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ ہم سے کسی بھی امید یا توقع باندھنے سے پہلے باضابطہ طور پر 1971 کی جنگ آزادی کے دوران بنگالی قوم کی نسل کشی، عصمت دری و دیگر جنگی جرائم پر پاکستان معافی مانگے۔ جس کا انہوں نے ارتقاب کیا تھا۔ اب ستم ظریفی یہ ہے کہ اس جائز و قانونی مطالبے کے بعد پاکستانی ذرائع ابلاغ نے جس غیر ذمہ داری و ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا وہ انتہائی شرمناک اور صحافت پر بدنما داغ ہے۔ اس مطالبے کے بعد پاکستانی سیاسی منظر نامے اور میڈیا میں چور مچائے شور کے مصداق کہرام مچ گئی۔ بنگلادیش کی قومی آزادی کی جنگ کو ریاست پاکستان کے خلاف انڈیا کی آشیر باد سے جنم لینے والا بغاوت قرار دیا گیا اور اسے کچلنے کو قومی فرض سے تعبیر کیا۔ جسکی ایک جھلک آج مقبوضہ بلوچستان میں آب و تاب سے جاری ہے۔ آج مقبوضہ بلوچستان میں پاکستانی میڈیا کا وہی کردار ہے جو ایک زمانے میں بنگلادیش میں ہوا کرتا تھا۔ اس وقت بنگالی قوم سے منسوب تمام خبروں کو پڑھنے کے بعد ردی کی ٹھوکری میں پھینکتے تھے اور آج یہ بڑی کمال ہوشیاری سے پہلے تو ان کی نشر و اشاعت سے اجتناب برتتے ہیں یا ان میں گڈمڈ کر کے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

اس وقت چونکہ عوامی لیگ کی حکومت وہاں قائم ہے اور بنگلادیش کی تحریک آزادی میں بھی یہ جماعت شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں پیش پیش تھی۔ اور ڈاکٹر دیپو مونی بھی عوامی لیگ سے تعلق رکھتی ہیں اور عوامی لیگ سے ان کے گھرانے کی وابستگی آزاد بنگلادیش سے پہلے کی ہے۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ جنہوں نے میڈیکل، پبلک ہیلتھ اور قانون کی تعلیم حاصل کر رکھی ہے۔ بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے والی اس خاتون کو سیاست سے بھی رغبت تھی جسکے نتیجے میں وہ عوامی لیگ کی جانب سے پارلیمنٹ کے ممبر اور آج وزیر خارجہ ہیں، بہتر طریقے سے سیاسی معاملات اور خارجہ پالیسی کو ڈیل کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر دیپو مونی کی جانب سے اس مطالبے نے عالمی دنیا میں پاکستان کی ریاستی ساکھ کو بری طرح متاثر کر دیا۔ اور ریاستی اداروں کی طرف سے بے جا ردعمل کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ میڈیا اینکر پرسنز اور کالم نویسوں نے اس دباؤ کی شدت کو کم کرنے کیلئے بحیثیت مجموعی روایتی لفظوں کی بوچھاڑ کا ایک باقاعدہ محاذ کھول دیا کہ بنگالیوں کی بغاوت کو کچلنا اور ان کی سرکوبی کرنا پاکستانی فوج اور ہر پاکستانی شہری کا بنیادی

فریضہ تھا۔ جب الوطنی کا تقاضہ ہوتا ہے کہ ملک سے بغاوت کرنے والوں کے خلاف ملک کیلئے لڑا جائے ۔ اسی لئے اس وقت عوامی لیگ مکتی باہنی باغی تھے ۔باغیوں کی سرکوبی کرنا کسی بھی ملک کی فوج کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے ۔ بالکل اسی طرح پاکستانی میڈیا کی جانب سے آج بلوچ نیشنل فرنٹ، بی آر پی و بلوچ مسلح تنظیموں سمیت ہر وہ بلوچ جو قوم دوستی و ہمدردی کا جذبہ رکھتا ہے، درندہ صفت ریاستی فورسز کے ہاتھوں ان کی سرکوبی کو حب الوطنی اور مسلمانیت کا تقاضا گردانا جارہا ہے۔

اس لامتناعی تشدد کے سلسلے میں حتیٰ کہ ننھے منھے بچے وطفل بھی محفوظ نہیں، جو شاید ان کی اسی روایتی سوچ کا عکاس ہے۔

حقیقی کالم نگارواینکر پرسنز قارئین وناظرین کوخوبصورت خواب بانٹتے ہیں، زبان و بیان کی برجستگی اور شگفتگی اچھے کالم نگاروں کی پہچان ہوا کرتی ہے۔اسی لئے اچھے صحافی معاشرے اورانسانیت کی شان ہوتی ہے۔

لیکن پاکستانی صحافی خوابوں کے بے جان عذاب کی صورت میں ہمارے معاشرے پرمسلط کئے گئے ہیں۔ان کے بارے میں ہر عام وخاص کوادراک ہے کہ انہیں کون کیا پڑھا کرلکھواتا اور بیان کرواتا ہے۔ یہ حضرات خوبصورت لفظوں کی آڑ میں بدصورت جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔اچھی باتوں میں بری باتیں کرکے زبانوں کے معنوی قتل عام کے مرتکب ہوتے ہیں ۔غیر جانبداری وحقیقت پسندی جواہل صحافت کا شیوہ رہا ہے، پاکستانی معاشرے میں مفقود ہے۔

پاکستانی معاشرے میں جھوٹ کوکامیابی کی کنجی سمجھا جاتا ہے۔صحافتی حلقے جھوٹ اتنا بولتے ہیں کہ سچائی اپاہج ہوگیا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ان کے ہاں کسی نے سچائی کے دونوں پاؤں کاٹ کرکہیں پھینک دیئے ہیں۔اور ہرطرف جھوٹ دوڑتا بھاگتا نظرآتا ہے۔اسی طرح پاکستانی سیاست پرجھوٹ کا غلبہ ہے۔ملکی معیشت کوجھوٹ سے چلایا جارہاہےاوراس ملک کی دفاع بھی جھوٹ سے کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ایک ایسے ملک اوراسکے زیراثر ذرائع ابلاغ سے کیا خیر کی توقع رکھی جاسکتی ہے جو لاکھوں جیتے جاگتے انسانوں کے خون سے پیاس بجھانے اور لاکھوں کے عزتوں سے اپنے حوس کی آگ ٹھنڈا کرنے کے بعد بھی بڑے ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ جی یہ توحب الوطنی کا تقاضا تھا،اس میں برا کیا۔۔۔۔۔؟

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے کرتا دھرتا آج بھی اس حقیقت کو ماننے کیلئے تیارنہیں اور گرد بیٹھ جانے وتمام حقائق کے سامنے آنے کے باوجود بھی یہ تلخ حقائق کا گھونٹ پینے کیلئے تیارنہیں اورتسلسل کے ساتھ ہٹ دھرمی وسرکشی کا اظہار کرتے رہتے ہیں ۔

میرے وطن کی ماں
تیری جرت کوسلام
جنگ کے آگے
تیرے بیٹے
سامنا ہیں دشمن کے
دھوپ میں بھیٹے ہیں
مادر کے سرمچار

مسکن ہیں پہاڑ ان کے
اُن فرزندہ کوسلام
اپنی مٹی کی سیوا
کررہے ہیں!

سنگت بلوچ

انقلابی جنگجوئوں کا مورال اور نظم و ضبط

چے گویرا (انقلاب کیوبہ کی یادیں سے اقتباس)

ہم اپنی باغی فوج کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں اور چونکہ ہم اس سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے ہمیں اپنی آزادی کے حصول کے اس کارنامے کی درست قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا جس کے لیے بیس ہزار افراد نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے قربانی دی۔ تاہم اس فتح کو حقیقت کا روپ دینے میں بعض گہرے اسباب کا اہم کردار ہے۔ آمریت نے عوام پر جبر کی پالیسی مسلط کر کے استحقاقی نظام برقرار رکھا اور یوں اس فتح کا خمیر اٹھا۔ مذکورہ بالا نظام میں اس حکومت کے کاسہ لیسوں، آلہ کاروں، کاروباری لوگوں اور غیر ملکی اجارہ داروں کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ جب ایک بار آویزش شروع ہوگئی تو نظام کے جابرانہ اور ظالمانہ ہتھکنڈے اس میں اضافے کا باعث بنے۔ فوجی طبقے کی ابتری اور بے زرمی نے اس کی کامیابی آسان بنائی۔ اس فتح میں اور یئنٹے کے کھردرے پہاڑوں اور دشمن کی تدبیراتی بیہودگی نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ مگر یہ جنگ لوگوں نے اپنے مسلح جنگو دستے یعنی ''باغی فوج'' کی بدولت جیتی جس کے بنیادی ہتھیار اس کا ''مورال'' اور نظم وضبط'' تھے۔

تربیت سے قطع نظر کسی فوج کی قوت کی بنیاد اس کا نظم وضبط اور مورال ہوتا ہے۔ آیئے ان دونوں اصطلاحوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ کسی فوج کے مورال کے دو پہلو ہیں جو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں ایک اخلاقی اور دوسرا بہادرانہ خوبیوں کا اظہار کرتا ہے۔

اگر کسی مسلح گروہ نے برتری حاصل کرنا ہے تو اس کو ان دونوں خوبیوں سے معمور ہونا ہوگا۔

اخلاقی مورال کسی بھی سماج کے رائج نظریات کے مطابق وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ جاگیردارانہ معاشرے میں دشمن پر فتح کے بعد گھروں کو لوٹنا اور قیمتی چیزوں پر قبضہ کر لینا درست سمجھا جاتا تھا مگر فتح کی علامت کے طور پر دشمن کی عورتوں کو اٹھالے جانا اخلاقی فرائض سے روگردانی تھی۔ جس فوج نے بھی ایسا کیا اس کا یہ فعل اپنے دور کے اقدار کے مطابق نہیں تھا۔ البتہ اس سے پہلے ادوار میں یہ بات نہیں سمجھی جاتی تھی اور فاتح فوج مفتوح کی عورتوں کو بھی اپنی میراث قرار دیتی تھی۔

تمام افواج کے حوالے سے مورال کا مطلب لڑائی کا عزم نیز حتمی فتح اور اپنے مقاصد کی سچائی پر ایمان ہے جو سپاہی کو غیر معمولی کارہائے نمایاں کی ترغیب دیتا ہے۔

فرانسیسیوں نے مشکل حالات میں جدوجہد کا آغاز کیا تو انہیں ناقابل برداشت مصیبتوں کا سامنا تھا۔ وہ جس کے ساتھ لڑے وہ محض ایک مقصد تھا۔ نازیوں کی درندگی اور جرائم میں جو غصہ پیدا کیا وہ انہیں فتح کی جانب لے گیا۔ ان میں جنگویانہ جذبہ تھا۔

یوگوسلاویہ کے گوریلوں کو خود سے پچاس گنا طاقتور حریف کا سامنا تھا، مگر انہوں نے جدوجہد شروع کردی اور مستقل مزاجی سے اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ فتح پایا وہ بھی جنگجویانہ مورال کے حامل تھے۔

سٹالن گراڈ کا دفاع کرنے والوں کی قوت دشمن سے کئی گنا کم تھی اور ان کی پشت پر دریا تھا، مگر انہوں نے ناقابل برداشت حملے کے خلاف موثر مزاحمت کی۔ انہوں نے ہر پہاڑی، ہر خندق، ہر گھر، ہر کمرے، ہر گلی اور ہر شہر کے ہر فٹ پاتھ کا دفاع کیا۔ یہاں تک کہ سوویت فوج جوابی حملہ کرنے اور دشمن کی وسیع ناکہ بندی کے قابل ہوگئی اور اس کے لیے حملہ آوروں کو تباہ کرنا، ان پر قابو پانا اور انہیں قیدی بنانا ممکن ہوگیا، یہ لوگ بھی جنگجویانہ مورال کے مالک تھے۔

اگر ہم مزید دور کی مثال دیکھنا چاہیں تو ورڈن کے مزاحمت کاروں نے تعداد اور ہتھیاروں کے اعتبار سے اپنے آپ سے کئی گنا بڑی فوج کے حملے کو بار بار پسپا کیا اور اسے روک دیا۔ یہ لوگ بھی جنگجویانہ جذبہ رکھتے تھے۔

سیرا اور لانوس کے علاقوں میں لڑنے والی ہماری باغی فوج بھی جنگجویانہ اور مزاحمتی جذبے سے سرشار تھی۔ بھاڑے کی فوج میں صرف اسی شے کی کمی تھی۔ ہم اپنے قومی ترانے کے یہ پراثر الفاظ دل سے محسوس کیا کرتے تھے کہ ''ہمیں مرنا ہے تاکہ ہمارا وطن زندہ رہے'' دشمن فوج (سرکاری فوج) بھی ان الفاظ سے واقف تھی مگر اس نے کبھی یہ الفاظ اپنے اندر محسوس نہیں کیے تھے۔ ایک کے مقصد میں غالب انصاف کے جذبات اور دوسرے میں لڑائی کے مقصد سے لاعلمی نے اطراف کے سپاہیوں میں بہت بڑا فرق پیدا کردیا۔

اخلاقی اور بہادرانہ مورال کے مابین ایک تعلق ہے جوانہیں اتحاد اور نظم وضبط میں تبدیل کر دیتا ہے۔نظم وضبط کی مختلف اقسام ہیں مگر بنیادی طور پر دو نظم وضبط پائے جا تے ہیں جنہیں ہم ظاہری اور باطنی نظم وضبط کہہ سکتے ہیں۔فوجی حکومتیں اول الذکر نظم وضبط کے حصول کے لیے مسلسل کام کر رہی ہیں۔اس حوالے سے بھی دونوں افواج کے مابین واضح فرق دیکھا جا سکتا تھا۔امریکی فوج نے اپنا نظم وضبط بیرکوں کے کمروں میں قائم کرنے کے کوشش کی جو کہ ظاہری، مشینی اور سرد نظم تھا۔

یوں ایک ایسا سپاہی سامنے آیا جس کا ظاہری نظم غیر معمولی جبکہ باطنی ضبط ناپختہ تھا۔ اس چیز نے خود کار انداز میں اس کا جنگجویانہ جذبہ بھی گھٹا دیا۔آپ کس لیے اور کس سے لڑ رہے ہیں؟ کیا آپ کے فوجیوں کی لڑائی ان کے بعض مخصوص مفادات کی حفاظت کے لیے تھی؟ کیا وہ لوٹ مار کے حق کی خاطر لڑ رہے تھے؟ کیا وہ وردی میں چور کا کردار کر رہے تھے؟ ایسے مقاصد کیلئے لوگ صرف اس وقت تک لڑتے ہیں جب تک ان سے جان کی قربانی نہ مانگی جائے۔

دوسری جانب ایک ایسی فوج تھی جو بے پایاں اخلاقی جذبے سے سرشار تھی۔اگر چہ اس کے پاس ظاہری نظم وضبط نہیں تھا مگر اس کے سپاہی یقین کامل سے جنم لینے والے کرے باطنی نظم وضبط کے پیکر تھے۔باغی فوج کے سپاہی نے کبھی شراب نہیں پی۔ اس کی ہرگز یہ وجہ نہیں تھی کہ شراب پینے پر اسے اپنے افسر بالا کی سرزنش اور سزا کا ڈر تھا بلکہ سپاہی کا مورال اسے شراب پینے سے روکتا تھا اور اس کا باطنی مورال ظاہری مورا ل کو مضبوط بنا دیتا تھا۔باغی سپاہی نے اس لیے مزاحمتی تحریک میں شمولیت اختیار کی تھی کہ اسے علم تھا کہ مقصد کی خاطر جان قربان کرنا اس کا فرض ہے۔

مورال میں اضافہ ہو رہا تھا اور نظم وضبط میں بتدریج مضبوطی آرہی تھی۔ ہماری باغی فو ج ناقابل تسخیر ہوتی چلی جارہی تھی۔مگر فتح کا پھل یعنی امن حاصل ہوا تو اس نے دو نظریات اور دو تنظیموں کے مابین بہت بڑی آویزش کو جنم دیا۔پرانی قسم کی تنظیم ظاہری اور مشینی نظم وضبط پر مبنی تھی جبکہ نئی تنظیم کی بنیاد پہلے سے طے شدہ نمونوں کے بجائے باغی نظم وضبط پر تھی۔اس تصادم سے وہ مشکلات پیدا ہوئیں جن سے ہم سب آگاہ تھے اور جن کا تعلق ہماری فوج کی از سرنو تعمیر سے تھا۔

ہمارے تجزیے اور سمجھنے کے بعد آج یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ہم اپنی فوج کی بڑی اکا ئیوں کے مابین ہم آہنگی کے لیے درکار کم از کم ضروری ظاہری نظم وضبط کے ساتھ سا تھ اسے زیادہ سے زیادہ باغی نظم وضبط کا عادی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔یہ باغی نظم وضبط مطالعے اور ہماری انقلابی ذمہ داریوں بارے سمجھ بوجھ سے حاصل ہو رہا ہے۔اگر چہ کل کی طرح آج بھی جرائم کے مرتکب افراد کو سزا دینے کے لیے ایک طریق کار موجود ہے تاہم نظم وضبط ظاہری طریق کار سے لاگو نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس مقصد کے لیے غلطیوں پر قابو پانے کا باطنی شوق بھی موجود ہونا چاہئے۔یہ مقصد کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ یہ مقصد انقلاب اساتذہ سے برداشت کا تقاضاہ کرتا ہے جو کہ ہماری فوج میں عظیم قومی مقاصد کی تخم ریزی کر رہی ہیں۔

جیسا کہ دنیا کی فوجوں میں ہوتا ہے، ہماری افواج کے ارکان کو اپنے افسران بالا کی عزت کرنی چاہئے، احکامات بجالانا چاہیں اور جو بھی ذمہ داری دی جائے اسے انتھک انداز میں پورا کرنا چاہیئے۔تاہم انہیں سماجی محقق اور منصف کے طور پر بھی کام کرنا ہوگا۔سماجی محقق کی حیثیت سے لوگوں کے ساتھ ان کا رابطہ انہیں ان کے جذبا ت واحساسات سے متعلق جاننے میں مدد دیگا جبکہ منصف کی حیثیت سے وہ فوج کے اندر یا باہر کسی بھی قسم کے ناجائز کام کی مذمت کرتا ہے جس کا مقصد فرد کو ایک مکمل انسان بنانا ہے۔جیسا کہ سیرا میں ہوتا تھا، باغی فوج کا سپاہی اس لیے شراب پینے سے باز رہتا تھا کہ اسے افسر اعلیٰ کے ہاتھوں سزا پانے کا ڈر ہوتا تھا بلکہ اس کا مقصد اسے شراب پینے سے باز رکھتا تھا۔یہ غریبوں اور تمام کیوبن عوام کا مقصد تھا۔یہ مقصد ہم سے شراب نہ پینے کی توقع رکھتا تھا تاکہ ہر سپاہی کا ذہن مستعد، جسم پھرتیلا اور جذبہ بلند رہے۔اسے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کل کی طرح آج بھی باغی تمام نگاہوں کا مرکز ہے اور دوسروں کے لیے مثال قائم کرتا ہے۔اگر آبادی کی اکثریت کو آج ہما رے پاس موجود بہت بڑی اخلاقی قوت پر یقین نہ ہو تو پھر کوئی فوج عظیم نہیں ہو سکتی۔ ہماری فوجی قوت صرف وردی پہنے لوگوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ کیوبا کے تمام لوگ ہما رے ساتھ ہیں۔ہمیں یوں کرنا چاہئے کہ مسلح افواج سے وابستہ لوگوں کے علاوہ عام لوگ (بشمول کارکن، کسان، طلبہ اور پیشہ وارانہ لوگ) بھی بوقت ضرورت ہتھیار اٹھا نے میں فخر محسوس کریں اور قومی مقصد، کی تکمیل کی ذمہ داری صرف، مسلح افواج پر ہی ڈالی جائے۔

ایسے میں ہمیں شہریوں کے لیے رہنمائی کا فریضہ انجام دینا چاہئے۔کسی بھی لمحے مقصد سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹے بغیر سمت برقرار رکھنا لڑنے اور پرامن قومی تعمیر سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔جب ہماری مسلح افواج میں خاطر خواہ ربط پیدا ہو جائے گا اور جنگجویانہ جذبہ ظاہری و باطنی نظم وضبط کے ناگزیر جزو کے ساتھ یکجا ہو جائے گا اس دن ہم مستقبل کی عظیم فوج کے لیے مضبوط اور پائیدار بنیاد حاصل کر لیں گے اور یہ بنیاد کیوبا کے عوام ہوں گے۔

بلوچوں پر بربریت میں اضافہ کا عندیہ کیوں؟

سمیر جیئند

پاکستان ایک غیر فطری ریاست ہے اس پر کسی بھی ہوش مند انسان کو شک نہیں ۔وہ اس لئے کہ اس ملک کو انگریز داد نے برصغیرو ہندوستان کی کمر توڑنے اور اپنے فوج کی رسوائی کا انتقام ہندوستان سے لینے کی مقصد سے محمد علی جیسے انتہائی وفادار ،فرمانبردار کو سامنے لایا۔اس کے ذریعے نہ صرف ہندوستان کو دولخت کروایا۔بلکہ وہاں وہ انسانیت سوز مظالم شروع کروائے کہ شیطان بھی حیرت سے دنگ رہ جائے۔یعنی مذہب کی تیر چلاکر برصغیر کو انسانی خون سے نہلایا گیا،مزید اسے جاننے کیلئے ہندوستانی ڈاکومنٹری فلم سردار پٹیل ملاحظہ کی جائے تو محمد علی المعروف جناح کی سوچ بارے پتہ چلے گا کہ وہ کس طرح انگریز داد کے چہتے اور yes مین تھے۔اگر ہم جناح کے مکاریوں بارے تاریخ کی ورک گردانی کرکے دیکھیں تو ٹھیک اسی طرح جناح کے باقیات پنجابی وہی خونی کھیل آج بلوچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔جو انھوں نے پنسٹھ سال پہلے معصوم ہندوں اور مسلمانوں کے ساتھ کھیلا تھا۔براہوی میں ضرب المثل ہے کہ بیش ہمودے جھل تہ بدلے۔تو وہی منافق پنجابی ہے اس وقت بھی لالچ میں آکر اپنی ماں سرزمین کی دلالی کرکے اس کی کمر توڑوادی۔اور آج بلوچ کی ساحل وسائل لوٹنے کی خاطر اپنے قبضہ گیریت کو دوام دینے کیلئے مذہب کا نام استعمال کرکے بلوچوں کو کافر قرار دیکر انکے خلاف اپنے دلال ملاؤں کو چھوٹ دے رکھی ہے کہ جو چاہو بلوچوں کے ساتھ ظلم کرو مگر آزادی پسندوں کا راستہ روکے رکھو۔یہی وجہ ہے کہ وہ آرمی ،جنگی جہازوں کے ذریعے بمباری کے علاوہ اپنے دلالون (مختلف مذہبی ڈیتھ اسکواڈز) کے ہاتھوں اغوا کرواکر،گھروں کو لوٹ کر آگ لگاتے ہیں۔جیسے بلوچ انکی جاگیر ہیں۔میں بحیثیت بلوچ پنجابی سے آخری حدتک نفرت کرتا ہوں وہ اپنی جگہ مگر تاریخی حقائق یہی ہیں کہ پنجابی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر خونی رشتوں کو بھی نہیں بخشتی۔تو مذہب ،اور دور کے رشتہ اور تعلقات کے بارے اس کا ذہنی سوچ کیا ہوگا؟؟ اسامہ بن لادن جیسے مذہبی شدت پسند ہوں یا اس کے اپنے گھر کے عافیہ صدیقی انھوں نے مراعات کے عیوض پناہ پھر ڈالروں بدلے ان کا سودا کیا۔یہ اس ملک اور پنجابی کیلئے نئی بات نہیں۔اس طرح کے ہزاروں کارنامے انجام دے چکے ہیں۔اپنے اصل موضوع کی طرف پلٹتا ہوں کہ پاکستان اب کیسے مذہب کو ڈھال بناکر بلوچوں کے خلاف اپنی بربریت میں شدت لا رہا ہے۔مذہب کے نام پر یہاں بھی بھائی کو بھائی کے خلاف لڑوا رہا ہے۔میرے خیال میں یہ بات اب عام بلوچ اور عالمی دنیا جان چکی ہے کہ بلوچ اپنی آزادی کی جنگ لڑرہے ہیں اور آخری دم تک لڑین گے۔بلوچ اپنی سرزمین کو واپس پاکستان کے قبضے سے چھڑانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انھیں نفسیاتی مریض بنا چکے ہیں۔جس کی وجہ سے وہ غیر انسانی حرکت پر اتر آئی ہے،عالم یہ کہ بلوچ مرد جانباز اپنی جگہ بلوچ خواتین بھی اب اپنے سرزمین کے آزادی کیلئے جان کی بازی لگا رہے ہیں۔جس کی واضح مثال بانک ریحانہ بلوچ کی ہے جنھوں نے پاکستانی ڈیتھ اسکواڈ مقامی دلالوں اور سیکیورٹی فورسز کا بہادری سے اپنے شہید بھائی قاسم بلوچ کے ساتھ مقابلہ کرکے میدان جنگ میں جان دیکر اپنے آپ کو تاریخ میں امر کردیا۔یہ بربریت کا صرف ایک واقعہ ہے جبکہ اس وقت کوہ سلیمان سے لیکر مکران تک کوئی ایسی جگہ نہیں کہ بلوچوں پر پاکستانی وحشت میں کمی آئی ہو۔حواس باختگی کا عالم یہ کہ پاکستان کے آرمی چیف نے ببانگ دھل اعلان کردیا ہے کہ فوج آپریشن کیلئے تیار ہے،مقصد یہ کہ بلوچوں کے سرزمین کو کیسے ہڑپ کیا جائے۔وہ اب عدالت کے بعد بھی میدان میں کودنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ بلوچستان سے ہماری قبضہ کی مہار ڈھیلی پڑ گئی ہے۔لہذا اب نہیں تو کبھی نہیں بلوچوں کو زیر کیا جاسکتا۔سو اب وہ روایتی سوچ سے ہٹ کر (مذہب) الیکشن اور ہزارہ برادری کے (لشکر جھنگوی پاکستان کی ایما پر انھیں قتل کررہی ہے) لوگوں کی کلنگ کو جواز بناکر بلوچوں کیخلاف آپریشن کے خواب دیکھ رہے ہیں۔تاکہ ایک طرف بلوچوں کی تحریک آزادی کو کچلا جاسکے تو دوسری جانب عالم اقوام کو باور کرانے میں مددمل سکے کہ بلوچستان میں جو آزادی کا شور ہے وہ دم توڑ گیا ہے۔اس فریب کو عملی جامعہ پہنانے کیلئے آصف علی زرداری ایران کے پاؤں پڑنے گئے ہیں کہ حسب سابق بلوچوں کو کچلنے میں پھر اپنا

حصہ ڈالیں کھٹ پتلی گورنر بلوچستان نے بھی حامی بھرلی ہے کہ بلوچوں کو خاموش کرنے کا اچھا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔

پاکستانی حکمرانوں کے اس بلوچ نسل کشی کے نئے چال کو جاننا چاہئے کہ جب وہ غیر اعلانیہ طور پر بلوچوں کو اغواء شیر خوار بچوں، خواتین، پر کیمیائی ہتھیاروں سے بمباری کرکے انکے گھروں کو ڈائنامینٹ سے اڑاتا ہے۔تو اب وہ کیا کرنے والا ہے۔؟ یہ جاننا ازحد ضروری ہے۔یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اب صرف پاکستان نے بلوچوں پر ایٹم نہ برسائے ہیں باقی تمام حربے آزما چکا ہے۔جس سے اسے خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا ہے۔پاکستان کے شر پسندی سے بلوچ اور عالم انسانیت کو چھٹکارا دلانے کیلئے ضروری ہے کہ اقوام متحدہ فوری مداخلت کرکے اور اپنے چارٹر کے مطابق بلوچ وطن کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرے اور پاکستان کو دنیا اور انسانیت کے بقاء کی خاطر ناکام ریاست قرار دے۔باریک بینی سے دیکھا جائے تو پاکستان میں ایسی کوئی چیز نظر آتی کہ یہ کوئی ملک یا ریاست ہے ۔غیر فطری سرحدیں، معیشت تباہ کوئی انسان محفوظ نہیں، فرقہ واریت اپنے آخری حد سے پار ہے۔شومیٔ قسمت کہ وہ کسی ملک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار رکھنے اور مہذب ہونے سے بھی عاری ہے۔لہٰذا ٹوٹنا اس غیر فطری ریاست کا مقدر ہے۔تاہم بلوچوں سے اپیل ہے وہ اپنے اس یکجہتی کو مزید مضبوط کرکے دنیا کو باور کرائیں کہ بلوچ سیکولر اور تہذیب یافتہ ہونے کے علاوہ وسیع وعریض جغرافیہ کے مالک بھی ہیں۔

آوازیں	The Sound Begin Again
	Dennis Brutus
پھر آوازیں آنی شروع ہوگئیں رات گئے سائرن کی گونج دروازوں پر مکّوں کی دھمک اور رگوں میں درد کی کوک پھر آوازیں آنے لگیں بے الفاظ لامتناہی نوحہ (جسے کوئی قیدی ہی سمجھ سکتا ہے) مدھم سے پنچم کی سمت	دھیرے دھیرے بلند ہوتا جاتا ہے میرے ہمزاد ضدی بارش کی طرح اپنے دکھ آہوں کی صورت میں اگلنے لگتے ہیں سائرن کی گونج ہڈیوں کے ٹوٹنے کی چٹخار اور فوجی بوٹوں کے چاپ پھر وہی آوازیں آنے لگیں

خوف

ہونک بلوچ

خوف بنی نوع انساان کی وہ پہلی خاصیت ہے جس نے اسے لرزہ براندام کر کے مرئی یعنی دکھائی دینے والی اشیاء مثال کے طور پر سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، بندر، دریا، ہاتھی، گائے، گھوڑے پھر مختلف نیم مرئی یعنی نہ دکھائی دینے والی ہستیوں کی بنائی گئی شبیہوں کو طاقتور ماننے اور اپنے کمزور ہونے کا اعتراف کر کے ان کے سامنے سرِعبودیت جھکایا۔ وہ غیر مرئی ہستیوں کے ماننے پر مجبور ہوا۔ جن میں روح، ملائک، فرشتے،، دیو، جن، پری، شیطان وغیرہ حتیٰ کہ خدا بھی غیر مرئی ہستی ہے۔

کائنات کی اصولوں سے ناواقف انسان کو خوف نے ہر طرح سے گھیرے میں رکھا تھا۔ اس خوف کے نتیجے میں مذہب پیدا ہوا۔ جادو پیدا ہوا۔ جادو نے سائنس کی راہ ہموار کی۔ اور سائنس نے انسان کی ترقی کی راہیں واہ کیں۔

اس خوف نے ''جہد بقا کا سرچشمہ ہے'' نے انسانی سماج کی تشکیل کی ہے۔ اس خوف نے انسان میں مل جل کر درندوں، مصائب زندگی، اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اتحاد کا راز منکشف کر دیا۔ اور آج بھی یہی خود مختلف اتحادوں یعنی نیٹو، سینٹو، سیٹو، شنگھائی تعاون کارپوریشن وغیرہ جیسے اداروں کی بنیادیں رکھوا رہی ہیں۔ ماضی میں اسی خوف نے خاندان، گھرانے، کمیون، پاڑے، قبیلہ اور قوموں کی تشکیل کی ہے۔

فنا کی خوف پر قابو پانے کے لئے انسان نے دوبارہ جنم لینے کا تصور پیدا کیا۔ مر کر ہمیشہ ہمیشہ امر ہونے کا چاہے خوشیوں کا ٹھکانہ جنت ہو یا تکلیف و سزاؤں کا ٹھکانہ جہنم۔ سردی کے خوف پر قابو پانے کے لئے انسان نے آگ کا استعمال شروع کیا۔ بھوک پر قابو پانے کے لئے شکار کے آلات ایجاد کیں۔ زراعت ایجاد کیں۔ ان تمام ایجادات پر ضرورت، ضرورتِ زندگی پوری نہ ہونے پر کسی نقصان کا خوف اصل محرک ہے۔ طاقتور قوموں کی دست درازی اور دست بُردی کے عمل نے کمزور قوموں کے اندر قوم کی فنا کی خبر کر دی۔ اس خوف نے مظلوموں کو جُہد پر اُبھارا اور انہیں نیشنلزم کی طرف راغب کیا۔

خوف پیدا ہونے کی سائنسی وجوہ کیا ہو سکتے ہیں۔ اسے ایک نیورولوجسٹ ہمیں بہتر طور پر سمجھا سکتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک خوف ایک دماغی عمل ہے۔ جس کے معروضی وجوہات ہو سکتے ہیں۔ خوف کسی سانپ سے بھی ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ سانپ خواب میں نظر آئے یا حقیقتاً۔ سانپ معروض ہے ہی۔ لیکن خوف کا اصل وجہ نقصان کا وہ شعور ہے جو ہر ممکن رہنمائی دینے کی کوشش کرتی ہے کہ نقصان سے کیسے بچا جائے؟ اس سوال کے انداز تک وہ دماغی عمل ہے۔ جونہی یہ دماغی عمل، عمل میں متشکل ہوتی ہے۔ معروض بن جاتی ہے۔ اور معروض کو متاثر کرتی ہے۔

چلو سانپ کی مثال کو لیکر آگے چلیں۔ سانپ کو دیکھ کر ڈرنے سے مراد یہ شعور پیوست ہیکہ سانپ کاٹتا ہے۔ جس سے موت آنے یا شدید تکلیف میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ یہ خوف شعور سے پیوستہ ہے جو ہمیں رہنمائی دیتا ہے کہ سانپ سے کیسے بچا جائے۔ یہ سوال ہر شخص اپنے اردگرد کے ماحول کو مدنظر رکھ کر اقدامات کرتا ہے۔ بچاؤ کے عمل میں بھاگنے کے اقدام کا فیصلہ یا سانپ کو مارنے کا فیصلہ جونہی عمل پزیر ہوتی ہے وہ معروض یعنی سانپ یا خود انان کو ضرور متاثر کرتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ سانپ کے خوف سے پیوست شعور یکدم عملی شکل میں آ کر معروض کو متاثر نہیں کرتی۔ بلکہ خوف کا ایک دورانیہ ہوتا ہے جس سے انسانی جسم میں کپکپی طاری ہوتی ہے۔ یا سکوت مرگ کا ساں طاری ہوتا ہے۔ دل ڈوبنے لگتا ہے اور آنکھوں میں اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔ ٹانگیں کھڑی ہونے کی سکت کھو دیتے ہیں اور ہاتھ حرکت کرنے سے جواب دیتے ہیں۔ سانسیں اکڑ جاتی ہیں۔ یہ دورانیہ گر جاتا ہے تب خوف سے نجات کا ذریعہ ڈھونڈنے کا کام شروع ہوتا ہے۔ جو کہ ایک شعوری عمل ہے، اوپری مثال میں ایک سانپ سے پیدا شدہ انسانی خوف اور اسکے دورانیہ سے متعلق تھا۔ بالکل اسی مثال کو ہم قابض اور مقبوضہ پر نسبت کر کے بلوچ عوام

میں پھیلائی گئی خوف کا تجزیہ اور تدارک کر سکتے ہیں۔
قابض سانپ کی طرح زہریلا ہوتا ہے۔جس کے رڈیعنی حملہ آور ہونے سے محکوم کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔لیکن حملہ آور قابض فورس دہشت پھیلانے کی خاطر محکوم قوم پر تشدد کرتا ہے۔حملہ آور قابض (یعنی سانپ) کے آنے اور حملہ کرنے کے نقصانات سے واقف حال مظلوم انسان فوراً شعور سے رہنمائی حاصل تدارک کے لئے تو نہیں کر سکتا ہے۔حملہ آور قابض قوت ناگ کی طرح پھن پھیلا کر محکوم قوم کے تدارکی عمل پر اثر انداز ہوکر خوف کا دورانیہ طاری کر دیتا ہے۔یاد رکھیئے! یہاں سانپ اور انسان کا تقابل مثال کی خاطر کیا جارہا ہے۔سانپ کا خوف لمحوں میں ضائع ہوجاتا ہے،لیکن محکوم قوم کے فرزندوں پر طاری قابض کا خوف برسوں، دہائیوں اور صدیوں تک طاری رہتا ہے۔
قابض ابتدائی اقدام میں تشدد کا بری طرح استعمال کر کے محکوم قوم پر اپنی قوت اور جبروت کا اظہار کرتا ہے۔اور مظلوم کو یہ بات باور کراتا ہے کہ وہ کمزور ہے۔کمزور ہونے کا احساس برتری تسلیم کرنے کا نام ہے۔ برتری تسلیم کرنا غلامی قبول کرنے کا نام ہے۔اس لئے سامراج قابض ہمیشہ مظلوم ومحکوم قوموں کے اندرانکی کمتری کو بد تہذیبی،کاہل،سست اور کام چوری کا بھرپور پروپیگنڈے سے ظاہر کر کے اپنی برتری جتواتے ہیں۔اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کا مفاد ہمارے سرپرستی میں ہے ہمارے دست نگررہ کر آپ ترقی کرتے ہیں۔اگر آپ ہمیں ٹھکرائیں گے تو خانہ جنگی کا شکار ہوجاؤ گے خانہ جنگی کا خوف دراصل وہ غلام قوم کو دلا کر کہنا چاہ رہا ہوتا ہے کہ تم لوگوں میں اتحاد واتفاق اور اعتماد کا فقدان ہے۔اسکا مطلب یہ ہوتا ہیکہ خانہ جنگی سے خوفزدہ ہوکر وہ ہماری نگرانی میں زندگی گزارنے پر آمادہ ہو۔اس طرح کے خوف پھیلانے میں دشمن کے ایجنٹ بھی پیش پیش رہتے ہیں بلکہ غیر ذمہ دار لوگ بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ایسے غیر زمہ دار لوگوں کے بارے میں مجھے اوشو کا ایک قول کوڈ کرنا پڑے گا’’آزادی ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔لوگ آزادی کی باتیں تو کرتے ہیں لیکن وہ حقیقتاً آزاد نہیں ہونا چاہتے۔یہ نسری باتیں ہوتی ہیں ہر شخص محتاج ہونا چاہتا ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ کوئی اور ذمہ داری لے لے۔آزادی میں تم اپنے ہر عمل کا ذمہ دار ہوتے ہو، ہر خیال کے، ھرحرکت کے،تم کسی پر کچھ نہیں ڈال سکتے۔
ہم بلوچوں کے ہاں ان دو طرح لوگوں کی کوئی کمی نہیں۔غیر ذمہ دار لوگوں میں ایسے لوگوں کو شامل کرتے ہیں جو اپنے پیغام میں نوجوانوں سے کہتے ہیں،لڑنا ہے تو خوب لڑو ورنہ اپنے ماؤں کو مت رلاؤ۔اسطرح کے پیغام دینے والے ہمارے پسماندگی کی ذمہ داری حکومت پاکستان پر ڈال کر چین کی نیند سوتے ہیں۔اوشو گرور جنیش کے مطابق ہر شخص آزادی سے خوف زدہ ہے یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا میں غلامی باقی ہے۔ ہر شخص غلام ہے۔وہ اپنے ماں باپ کا غلام ہے اپنے دھرم کا غلام ہے۔وہ اپنے ہمسائیوں کا غلام ہے۔۔۔ ہر طرح کی غلامی جو کہ نظر آتی ہے۔
ایسے ہی سیاستدانوں کیلئے مجھے گرور جنیش کا ایک اور قول کا حوالہ دینا پڑے گا۔ درحقیقت تم آزادی سے خوفزدہ ہو جاتے ہو کیونکہ تم تو بہت برے ہو تم تو بہت غلط ہو۔۔۔اور اگر تم آزاد ہوگے تو تم بہت زیادہ غلطیاں کروگے پس کسی کی پیروی کرو۔ پنڈت (جو ہمارے ہاں علماء) اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، سیاستدان اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔لگتا ہے آزادی لوگوں کو اپنے ہر علم کا ذمہ دار بناتا ہے اور پارلیمانی لیڈران اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں بننا چاہتے۔اسی لیئے آزادی سے خوفزدہ ہیں اور اپنی بے عملی اور غیر ذمہ داری کو چھپانے کیلیئے لوگوں کو آزادی کے خوف میں مبتلا کرتے ہین اور فوائد سمیٹتے ہیں۔ایسے دوسرے فائدے کیلیئے مشہور ضرب المثل آم کے آم گھٹلیوں کے دام۔
ڈاکٹر مبارک علی اپنی کتاب غلامی اور نسل پرستی میں لکھتے ہیں’’ قیدی بنا کر یا اغواء کر کے جب غلاموں کو دور دیش لایا جاتا تھا تو ان کا وہ تعلق جو انکے قبیلہ قوم یا جماعت سے ہوتا تھا وہ ٹوٹ جاتا تھا اس پر مزید یہ کہ وہ اپنے ماحول علاقہ اور وہاں کے ثقافتی اثرات سے کٹ جاتے تھے۔اس لئے ان کی ذات عدم تحفظ، غیر یقینی اور انجانے خوف سے گھری ہوتی تھی۔اس لمحہ وہ اپنی بقاء اور زندگی کیلیئے اس پر آسانی سے تیار ہوجاتا کہ اپنے آقا کی خدمت کرے اس کی اطاعت کرے اسکے ساتھ وفادار رہے۔‘‘
نوآبادکار بھی نوآبادی مخلوق کو اپنی اطاعت گزار بنانے کی خاطر جو کچھ کرتا ہے۔افتادگان خاک کا دیباچہ لکھنے والے فرانسیسی دانشور ژال پال سارتر لکھتے ہیں۔اس بات کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ ان کی روایات کو مٹا دیا جائے۔ان کی زبان کی جگہ اپنی زبان رائج کی جائے اور ان کی تہذیب دیئے بغیر برباد

کر دیا جائے۔محض جسمانی تکان ہی انہیں ساکت کر دے گی ۔ بھوک اور بیماری کے باوجود اگر ان میں کوئی ولولہ باقی رہ گیا تو خوف اس کام کو تکمیل کر دیگا۔ کسانوں پر بندوقین تانی جاتی ہیں غیر فوجی انکی زمینیں چھینتے ہیں اور کوڑے مار کر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ان کے واسطے زمین کاشت کریں اگر کوئی کسان زور آزمائی کرے تو فوجی گولی چلاتے ہیں اور مردہ جسم زمین پر ڈھیر ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ ہتھیار ڈال دے تو خود ذلیل ہوتا ہے اور انسان ہی نہیں رہتا ۔ شرم اور خوف اسکے کردار میں دراڑیں ڈال دیتے ہیں اور اس کی اندرونی ذات ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی اپنی کتاب غلامی اور نسل پرستی میں لکھتے ہیں کہ غلاموں کی نگرانی، حرکات وسکنات پر کھڑی نظر، ڈسپلن رکھ کر انھیں یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ ان پر ہر وقت نظر رکھی جائے تاکہ ان کے دلوں میں خوف اور ڈر باقی رہے۔ حکم عدولی یا کام میں سستی کرتے انھیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں تاکہ اس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

پاکستان نے اپنی نوآبادی بلوچستان میں مقامی مخلوق کی نگرانی کیلئے جگہ جگہ چیک پوسٹ قائم کئے ہیں ۔ ان کی حرکات وسکنات سے آگاہ رہنے کی خاطر چوروں، ڈاکوؤں ، اغواء کاروں کی فوج کے علاوہ منشیات کے عادی اور منشیات اسمگلروں کے کارکناں کو عام عوام کی مخبری کرنے کیلئے تعینات کر رہی ہے۔ اور دسری طرف ڈسپلن کی خاطر مقامی حکومت ، صوبائی حکومت کے افسران سے پوچھ گچھ اور تنگ کرنے کے بعد ان سے کہ دیا جاتا ہے کہ ہم آپ سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ لوگوں کی تعاون وامداد سے ہی ایف سی یہاں پر کامیاب کاروائیاں کر رہی ہے۔ حکومت پاکستان اور ایران کی سزا یافتہ بلوچوں کی جسم نمغیر نے غلام بلوچ قوم کے اندر اپنے کمزور ہونے کا احساس بری طرح پیدا کر دی تھی جس کا اظہار غیر انقلابی لوگوں کی زبان سے نکلتا رہتا ہے۔ 'سر گوں سنگ ءَ میڈ یگ نہ بیت' یعنی سر کو پھتر سے نہیں ٹھکرایا جاسکتا ہے۔ بمعنی ہم مظلوم ومحکوم ہیں مگر کمزور اور ظالم طاقتور ہے اسلئے اسے شکست سے دوچار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان نفسیات کا اظہار کیونکر ہوتا ہے فینن کے الفاظ میں ۔

''غلام اقوام میں استعماری قوتوں کے ہتھکنڈوں میں جکڑنے کے بعد احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ مجرمانہ احساس (احساس کمتری) غلام اقوام کی ذہنی نشوونما کیلئے زہر قاتل بن جاتا ہے کیونکہ یہ احساس عزت نفس کو مجروح کرتا ہے اور غلام قوم خود اپنی نظروں سے گر جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان احساس کمتری میں مبتلا ہو اور ان کی عزت نفس بھی مجروع ہو تو وہ غلامی کے خلاف کچھ کرنے یا متحرک ہونے سے خوفزدہ ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ آقا کے سوا میں کچھ نہیں ہوں اور وہ طاقتور ہے لائق ہے اور اسے شکست نہیں دی جاسکتی اگر آقا کو شکست بھی دوں تو آزادی کے سفر میں تنہا کیسے زندگی گزار سکوں گا'' لیکن ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے ڈر یا خوف صرف مظلوم پر حاوی رہتا ہے ۔ یہی ڈر یا خوف آقا کے ذہن میں بھی موجود رہتا ہے۔ جو اسے تشدد کرنے پر اکساتا ہے اور تشدد مظلوموں کو جد جہد پر اکساتی ہے۔ خوف جو کہ آقا اور غلام کے درمیان کشیدہ ماحول کو جنم دیتی ہے دونوں کا ایک دوسرے خوف کھانا فاصلوں کو زیادہ کرتے ہیں ۔ آقا کی یہ خوف کہیں غلام بغاوت پر نہ اتر آئیں ۔ وہ سدباب کے طریقے تلاشتا رہتا ہے۔ بھونڈی منصوبہ بندی کے ذریعے بلوچستان پیکیج جیسے منصوبے تیار کرتا ہے۔ سزاؤں کا پابندی سے اور سختی سے عمل درآمد دوسروں کو عبرت حاصل کرنے کی خاطر دی جاتی ہے۔ آجکل بلوچ نوجوانوں کی گرفتاریاں، اغواء اور مسخ لاشیں پھینکنے کا سلسلہ دوسرے بلوچ جہد کاروں کے عبرت پکڑنے کیلئے ہیں۔ غلامی اور قومی غلامی دونوں کا تقابلی جائزہ لے لیں تو ہم دیکھتے ہیں روم میں 61ء میں ایک غلام کے خراب روئے کی بدولت رومی قوانین کی تحت ایک چھت کے نیچے رہنے والے چارسو غلاموں کو عوامی احتجاج کے باوجود فوج کی نگرانی میں پھانسیاں دی گئیں۔ اور آج اللہ نظر بلوچ سے خائف پاکستانی آقا مشکے کے گاؤں میہی سمیت دوسرے کئی گاؤں پر بمباری کر کے 16 سے زائد عام بلوچوں کو شہادت کا رتبہ دلانے کا کام فقط خوف اور عدم تحفظ پیدا کرنے کیلئے کرتا ہے۔ اس طرح کی سخت سزاؤں کا آغاز آغا عبدالکریم کی گرفتاری سے لیکر اب تک جاری وساری ہیں ۔ یہ سب سدا رنے کا عمل ہے۔ کیونکہ وہ ایسے تمام اعمال کے ذریعے دوسروں کیلئے عبرت حاصل کرنے کا سامان پیدا کرتا ہے۔ نوروز خان کی ساتھیوں کی پھانسیاں، قلی کیمپوں میں غیر انسانی تشدد یں، احمد یار کی گرفتاری کیلئے قلات پر حملہ، قلات میں ہی عام شہریوں پر اندھا دھند فائرنگ، حمید بلوچ کو پھانسی دینا اور فدا بلوچ کو گولیوں کے ذریعے ختم کرنا اور 2000ء کے بعد گویا دشمن اپنی

ساری انسانیت کو دعوے بھول کر درندگی پر اتر آیا ہے۔مسخ شدہ لاشوں کو تسلسل سے جاری کر کے وہ اپنی حیوانیت اور مجرم ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔ژال پال سارتر کے مطابق کوئی شخص جرم کا مرتکب ہوئے بغیر اپنے جیسے انسانوں کو نہ غلام بنا سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے اور نہ قتل کر سکتا ہے۔خوف کیا کچھ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔مختصر نہیں ذرا لمبی سی لیکن فرانسیسی دانشور ژال پال سارتر کے الفاظ میں دیکھیے'' ذرا اندازہ کیجیے لیکن مظلوموں کی چھوٹی چھوٹی چوریاں ایک ایسی مزاحمت کا آغاز ہیں جو ابھی غیر منظّم ہیں (آج بلوچوں کی مزاحمت منظّم ہے) ان مین ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے زعم میں خالی ہاتھ بندوقوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہ لوگ ان کے ہیرو ہیں ۔ دوسرے خود کو انسانی سطح پر لانے کیلئے یورپیوں (بلوچوں کے ہاں پاکستانیوں کو چاہئے وہ بلوچ کیوں نہ ہو مگر وفادار پاکستان کا ہو پاکستانی افواج، پولیس، لیویز، خفیہ اداروں کے کارندے اگر یہ کارندے بلوچ ہیں تو غدار) کو قتل کر رہے ہیں۔انھیں گولی ماردی جاتی ہے۔ اب یہ (مظلوم) ڈاکو ہوں یا شہید۔ان کی اذّیت خوفزدہ عوام کو رفعتوں سے ہمکنار کرتی ہے ہاں خوفزدہ اس لئے کہ اس نئی سطح پر نوآبادیاتی تشدد دیسی باشندوں کے دلوں میں خوف وہیبت کی ایک لہر دوڑا دیتا ہے۔اس سے میری مراد محض وہ خوف نہیں ہے جو وہ ہمارے تشدد کے بے پناہ ذرائع سے محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ خوف بھی جوان کا بے پناہ غصہ ان میں پیدا کرتا ہے۔آپ سمجھ گئے دیئے عبارت میں دو باتوں کی نشاندہی ہوتی ہے(۱۔اذیتیں خوفزدہ عوام کو رفعتوں سے ہمکنار کرتی ہیں۔(۲۔خوف ان پر مسلط رہنے کے بجائے ان میں ظالم کے خلاف بے پناہ غصہ پیدا کرتا ہے)۔

پاکستانی اذیتوں اور بے پناہ تشدد، قتل وغارت، درندگی سفاکی اور یزیدیت نے بلوچ قوم میں یہ دونوں چیزیں پیدا کی ہیں ۔ مائیں فخر سے اپنی لخت جگروں سے لپٹ کر رونے کے بجائے فخر سے کہتی ہیں، مجھے یہ فخر حاصل ہے میرے ایک لخت جگر نے سرزمین کا حق ادا کیا۔باپ کہتا ہے اس نے فخر سے میرا سر بلند کر دیا، بھائی ایک کندھے پر بندوق لے کر دوسرا کندھا بھائی کے جنازے کو دے رہا ہے۔جو اعلان ہے اس غصے کا جسے خوف نے پیدا کر دیا ہے۔یہ خوف جسے پاکستان نے میری قوم پر مسلط کرنا چاہا ہے اب الٹ گئی ہے غصہ میں بدل چکی ہے لوگوں کا یہ غم وغصہ اپنی منطقی انجام کو پہنچ کر رہے گی۔اب خوف کے بجائے سہمے ہوئے چہرے ملنے کے بجائے غصہ سے تھپائے ہوئے سرخ چہرے دیکھنے کو آرہے ہیں۔جن میں عزم اور مستحکم ارادوں کی امتزاج ملتا ہے۔اب بلوچ کو آزادی حاصل کرنے میں کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ خوف غم و غصہ میں بدل چکی ہے۔

ویسے بھی انسان کو زندگی میں تحفظ کب حاصل ہے؟

ایک مرتبہ کنفیوشس کے کے شاگرد نے کہا اس سے پوچھا'' ہمیں تحفظ کے خوف کے بارے میں کچھ بتائیے۔کنفیوشس نے کہا اس کی پروا مت کرو۔ موت ہر شے کو محفوظ کر دے گی جبتک زندہ ہو عدم تحفظ سے لطف اٹھاؤ۔ مجھے گررجنیش کے الفاظ یاد آرہے ہیں وہ کہتا ہے'' جو لوگ حقیقتاً جینا چاہتے ہیں وہ سارے خوف جھٹک دیتے ہیں ۔ ساری سوچوں کو جھٹک دیتے ہیں تمام تحفظات کو ترک کر دیتے ہیں۔وہ ہر خطرے کا سامنا کرتے ہیں کیونکہ زندگی اتنی قیمتی اور اتنی عارضی ہے کہ تم التوا کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔۔۔۔اور تمہاری سوچ التواہی کا اایک انداز ہے۔احساس التواہی کا ایک انداز ہے۔خواہشیں التواہی کا ایک انداز ہیں۔ملتوی کرنا چھوڑ دو۔

ایک جگہ کہتے ہیں۔آزادی کی آرزو مت کرو آزاد ہو جاؤ۔

جو لوگ آزادی کی وکالت کرتے ہیں مگر تشدد اور خلفشار کی مخالفت کرتے ہیں، ایسے لوگ ہیں جو بغیر گرج چمک کے بارش چاہتے ہیں۔

فریڈرک ڈگلس

وہ مسکرا کر بچھڑ گیا

شہید یوسف نذر کی یادیں

درویش مبارک

وہ یادِ پتنگاں جو بھول کر بھولائی نہیں جاتی، جن کی ہستیوں سے زندہ ہے ہر شے، ہر ذرہ، ہر وہ بنی نوع، جن کے سائے میں گزر جاتے ہیں زندگی ساری جن کے بھولانے سے ادوراں پڑ جاتا ہے یہ جگ سارا، ہر غم ہر خوشی جو وابستہ ہیں ان یادوں سے جو منسلک ہے ان داستانوں سے جن کی سطریں رچ گئی ہے خون سے، وہ خون جس نے بدل دیا تاریخ کی کھڑی، وہ خون جو بہہ گیا اپنے وطن کیلئے، وہ خون جس کی خوشبو سے مہک گیا یہ چمن سارا، اور جن یادوں سے آباد ہے وطن ہمارا۔

جی ہاں! نہ جانے کن لفظوں سے تشبیہ دوں ان یادوں کو جن کے بارے میں لکھنا پڑ رہا ہے۔ یہ یادیں اس عظیم فرزند کی ہے جس کے بچھڑ جانے کو 2 سال ہو گئے، مجھے یاد ہے اس کے چہرے پہ وہ مسکراہٹ اور وہ ہنسی جو چھایا تھا اس کے ہونٹوں پر جب میں آخری دفعہ اس سے ملا تھا نہ جانے کہاں سے شروع کروں ان تاثرات کو اور ان کے ختم کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ جی ہاں! وہ شخص ہے شہید یوسف نذر جس نے اپنی بہادری اور دلیری سے بلوچ سماج میں ایک تاریخ رقم کر دی۔ وہ لاغر بدن شخص جسے یاد کروں تو آنکھوں میں نمی آجاتی ہے، جس کے بارے میں سوچوں تو اس کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔ شہید یوسف نذر 1986 کو کولواہ کے علاقے چمبر میں نذر محمد کے گھر میں پیدا ہوئے جو ایک انتہائی غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ ذریعہ معاش کے لئے بلوچستان کے ساحلی علاقے پسنی میں ہجرت کی اور وہاں سے آپ نے اپنے تعلیم کو جاری رکھا اور گورنمنٹ ہائی سکول شپانکو بازار سے میٹرک پاس کیا، اور اپنے طالب علمی کے دوران بلوچ قومی تحریک سے منسلک ہوئے۔ آپ نے اپنے جدوجہد کا آغاز بی ایس او متحدہ کے فلیٹ فارم سے کیا اور انتہائی مخلصی سے اپنا قومی فرض نبھاتے رہے۔ اور آپ انتہائی خاموش اور کم گو شخص تھے اور آپ کے اسی انداز نے ہمیں بے حد متاثر کیا تھا، جب ہم نے بی ایس او کے پلیٹ فارم سے اسٹوڈنٹ پولیٹکس کا آغاز کیا تو ہمیشہ ایک سینئر کی حیثیت سے ہمیں گائیڈ لائن دیتے، اور اپنے مالی مشکلات کی پرواہ کیئے بغیر قومی تحریک میں پیش پیش تھے اور شاید آپ کی ثابت قدمی دشمن کو گوارا نہ ہوا اور آپ پر جھوٹے الزامات عائد کیں اور انہی الزامات کی وجہ سے آپ چھ، سات مہینے تک عدالت کے چکر کاٹتے رہے اور اس دوران بہت سے مشکلات کا سامنا رہا لیکن آپ نے کبھی بھی ان کا ذکر نہ کیا اور ایک ثابت قدم کامریڈ کی حیثیت سے قومی تحریک میں اپنا کردار ادا کرتے رہے اور آپ کی یہ جدوجہد دشمن کو ناگوار گزری اور 21 دسمبر 2010 کو جب آپ اپنے ساتھی سنگت صدیق عیدو کے ہمراہ عدالت سے پیشی کے بعد واپس آرہے تو کاروات کے مقام پر خفیہ اداروں کے اہلکاروں نے اغواء کر کے لاپتہ کر دیا۔

اور آپ کی طویل گمشدگی کے دوران آپ کی تصویر لئے آپ کی بیٹی بی بی امبر یہ امید لیے بیٹھی تھی کہ میرا والد واپس آئیگا، لیکن اس کی یہ امیدیں خواب حسرت میں تبدیل ہو گئے آخر کار سب ختم ہو گیا جس کی امید لئے بی بی امبر بیٹھی تھی اور 28 اپریل 2011 کو 4 ماہ 7 دن بعد شہید یوسف نذر کی مسخ شدہ لاش اس کے ساتھی سنگت صدیق عیدو کے ہمراہ اور ماڑہ کے علاقے منیجی سے برآمد ہوئی جن کے ساتھ انسانیت سوز تشدد کیا گیا تھا جس کو دیکھ کر انسانی روح کانپ اُٹھے اور وہاں بی بی امبر جواب تک اپنے والد کی انتظار میں اب تک انکی راہ تک رہی ہے جواب بھی اپنے سہیلیوں سے کہتی ہے کہ میرا ابّو آئیگا میرے لیے کھلونے لائیگا۔ اگر کوئی بی بی امبر کے معصوم چہرے کو دیکھے تو وہ کئی سوال پوچھ رہا ہے ان عالمی اداروں سے جو اپنے آپکو انسانی حقوق کا علمبردار کہتے نہیں تھکتے۔ اگر یہ حقیقت اس چھوٹی سی امبر کو معلوم ہو جائے کہ اس کا والد اب واپس نہیں آئیگا تو اس پر کیا گزرے گا ؟؟؟؟

اور نہ جانے بی بی امبر کی طرح اور کتنے بچے اپنے والد سے محروم ہو گئے۔ نہ جانے کتنی مائیں اپنے لختِ جگروں سے بچھڑ گئے۔ آخر کب تک انسانی حقوق کے عالمی ادارے چھپ کا روزہ رکھیں گے؟؟؟ یہ سوال ہیں ان لوگوں کے جن کے وارثوں کو سامراجی دہشتگرد فوج نے شہید کر دیا جن کی جدوجہد انسانیت کیلئے تھی۔ جنہوں نے ایک نئی دنیا کی تعمیر کیلئے اپنے جانوں کا نذرانہ پیش کیا جن کی نظر میں سب قوم و مذہب یکساں تھے جو تمام دنیا کی برابری کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ جو انسانیت کے دعویدار تھے۔ جو انسانیت کیلئے لڑتے لڑتے امر ہو گئے اور ہم سب کا سر فخر سے بلند کر دیا اب وہ دن دور نہیں کہ غلامی کی یہ تاریک رات ڈھل کر آزادی کی ایک نئی کرن میں تبدیل ہوگا اور ایک خوشحال اور آزاد معاشرے کا قیام ہوگا۔

خواتین کی انقلابی جدوجہد

گہرام بلوچ

رہتی دنیا کی ماضی کا دور ہو یا موجودہ اور آنے والا کل ۔خواتین کی ہمت و حوصلہ،شجاع ، بہادری و بے باکی، جذبہ اور کردار کا ہمیشہ ذکر رہا ہے ۔دنیا کی تبدیلی وترقی میں ایک بڑا کردار خواتین کا بھی ہے ۔دنیا کی تاریخ میں کوئی ذی شعور انسان،عقلمند ،فلاسفر،آدیب و دانشور خواتین کی سماجی ،سیاسی ،معاشی و اقتصادی اور ثقافتی تبدیلی و ترقی کے کردار کے عمل سے انکارنہیں کر سکتا۔کیونکہ مردوں کے برابر میں دنیا کی نصف آبادی خواتین کی ہے ۔دنیا بھر میں جاری سامراجی قبضہ کے خلاف وسائل کی لوٹ وکھسوٹ ،سماجی ومعاشی ظالمانہ نظام کے خلاف تحریک کا حصہ بنی ہیں۔ بھوک و افلاس،غربت،بے روزگاری اور جنس کی بنیاد پر تفریق کے خلاف متحد ومنظّم ہوکر سماجی برابری، انصاف، امن وامان اور ترقی کے حصول تک جدو جہد جاری رکھی ہوئی ہیں ۔1872ء میں نیو یارک امریکہ کی ٹیکسٹائل کی صنعت میں کام کرنے والی ہزاروں محنت کش خواتین کی جدو جہد جس میں تنخواہوں میں اضافے اور کام کے اوقات کار میں بہتری کے لیے کامیاب تحریک جس میں پہلی مرتبہ۔1908ء میں امریکی خواتین نے اپنے معاشی وسیاسی مطالبات پیش کرتے ہوئے اپنا دن منایا۔1909ء میں امریکی محنت کشوں کی تنظیم سوشلسٹ پارٹی آف امریکہ کی اپیل پر پورے امریکہ میں 28ءفروری کو پہلی مرتبہ خواتین کا دن منایا گیا۔1910ء میں کو پن ہیگن (ڈنمارک) میں ہونے والی انٹرنیشنل میٹنگ میں خواتین کی لازوال تحریک کوسراہتے ہوئے ہوئے عورتوں کے دن کو بین الاقوامی درجہ دیا گیا۔کو پن ہیگن میں ہونے والے فیصلے کے مطابق ۔1911ء میں پہلی مرتبہ 19 مارچ کو ڈنمارک ،آسٹریا، جرمنی آور سوئزرلینڈ میں عورتوں کا عالمی دن منایا گیا۔1913ء میں امن کامہم میں روسی خواتین نے پہلی جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے خلاف عورتوں کا پہلا عالمی دن منا یا ۔1914ء میں پورے یورپ اور دیگر جگہوں کی خواتین نے 8مارچ کو جنگ کے خلاف ریلیاں نکالیں ۔روسی عورتوں نے ایک بار پھر روٹی اور امن کیلئے ریلیاں نکالیں ۔اس دوران سیاسی لیڈر وں نے ہڑتال کے اوقات کی مخالفت کی لیکن خواتین آپنے بنیادی فیصلے پرڈٹی رہیں ۔روسی خواتین کی لازوال جدوجہد کی بدولت زار تخت سے دست بردار ہو نے پر مجبور ہوگیا اور انقلابی حکومت نے عورتوں کے ووٹ ، اور دیگر سماجی ،معاشی وسیاسی مطالبات کے حق کوتسلیم کیا۔جبکہ اس دوران مارچ کی 8 تاریخ تھی اسلئے 8مارچ کو پوری دنیا میں بطورخواتین کا عالمی دن منایا جا تا ہے۔

Settings\Baloch\Desktop\ypg-jin-2.jpg not found.

تاریخ کے ہرادوار میں عورتوں نے معاشی ،سماجی اور سیاسی ظلم وناانصافی کے خلاف جدجہد کی ہے۔چین میں زمینداری نظام کے تحت عورتوں پر بے تحاشا ظلم ڈھائے گئے چین میں زمینداری نظام کے خلاف عورتوں کی منظّم انقلابی جدو جہد تاریخ عالم کا ایک اہم باب ہے۔جہاں عورتوں نے معاشی ،سماجی ،سیاسی اور زمینداری استحصالی نظام کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے پوری دنیاکےعورتوں کے ناانصافی کے خلاف اکھٹا کیا۔زمینداری نظام میں عورتیں غلامی کی زندگی بسر کررہیں تھیں۔عورت صرف مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اوراسکو یہ تعلیم دی جاتی تھی ان کے قسمت میں یہی اوپر والے کا فیصلہ

ہے۔1919ء کی تحریک دوران اسکول کے طالبات نے مختلف یونینیں قائم کیں اوراس ظلم کے خلاف آواز اُٹھایا۔ ڈکٹرسن یات نے عورتوں کو سیاست میں شامل کیا۔کمیونسٹ پارٹی نے 1922ء میں عورتوں کی الگ تنظیم قائم کی ۔کمیونسٹ عورتوں نے گھر گھر جا کر عورتوں کو زمینداری نظام کے خلاف منظّم کر کے بغاوت کیلئے تیار کیا۔ 1927ء کی انقلابی تحریک میں عورتوں نے زمین داری نظام کے خلاف حصہ لیا۔ 1927ء میں کومنتانگ کی فوج نے بے شمار کمیونسٹ عورتوں کو قتل کر دیا۔ اس کے باوجود عورتیں شہر شہر گاؤں گاؤں میں جا کر انقلابی سرگرمیاں جاری رکھتی رہیں۔ چین کی بہادر بیٹی قیوجن نے سب سے پہلے چین کی عورتوں کی پہلی تنظیم ؛ باہمی محبت سو سائٹی ؛ قائم کی وہ خود ایک پرائیوٹ اسکول ٹیچر تھی اس نے خواتین کا ایک رسالہ ؛ چین کی عورتیں شائع ؛ کیا اس میں بادشاہت کے خلاف مظامین اور نظمیں لکھی تھیں۔

Folder_1\Gall\Images\BNF Rally at Turbat 02-02-2013\Digital Camera s\295297_105144049667917_34637315 not found.

قیوجن عورتوں کی تربیت کرتی تھی کہ اپنی طاقت کو استعمال کر کے معاشی وسماجی اور سیاسی آزادی حاصل کریں اور مردوں کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔ چین کی نڈر بیٹی قیوجن نے اپنے قیمتی زیوارات واشیاء بیچ کر تحریک میں جان پیدا کر کے ان کو منظّم انداز سے آگے بڑھایا۔ زو۔زیلین کے ساتھ مل کر ؛ بحالی فوج ؛ قائم کی۔ زو۔زیلین اس فوج کا کمانڈر اور خود نائب بن گئی بعد میں زو۔زیلین کو مار دیا گیا اور قیوجن کو پھانسی دی گئی۔ آخر کار چینی عورتیں طویل جدوجہد کے بعد زمینداری نظام میں ظلم کے سائے سے آزاد ہوئے۔ چینی عورتیں غیر ملکیوں کو انتہائی شک کی نگاہ سے دیکھتی تھیں ان کو زمین چھیننے والے لٹیرے سمجھا جاتا تھا ان کا ساتھ دینے والوں کو چینی غدار خیال کیا جاتا تھا۔ مردوں کے شانہ بشانہ عورتوں نے غیر ملکیوں کے خلاف خفیہ تنظیمیں قائم کیں۔ نوجوان عورتوں نے ؛ سرخ لالٹین ؛ کے نام سے خفیہ تنظیم قائم کی۔ ظلم اور ناانصافی کے خلاف عورتیں مسلسل جدوجہد کرتی رہیں۔ آخر کار اپنے مقصد کے حصول کیلئے کامیاب و کامران رہے۔ اسی طرح جاپانی یلغار کے خلاف کوریائی عورتوں کی جدوجہد تاریخ کے باب کا ایک اور اضافہ ہے۔ جاپانی بدمست فوجیوں نے کوریائی عورتوں کو گرفتار کر کے اپنے کیمپوں میں قیدی بنا کر اپنی جنسی خواہشات کا نشانہ بنایا۔ 1945ء کی جنگ میں جاپان کی شکست کے بعد یہ عورتیں اوران کے بچے آج تک جاپان کے خلاف تحریک چلانے کے ساتھ ساتھ مقدمے لڑ رہی ہیں۔ ویتنام میں چینی سامراجیت کے خلاف ویتنام کی سب سے مشہور بغاوت جو کہ 39 عیسوی میں ہوئی اس کی سربراہی دو ؛ ترونگ دونوں بہنوں نے کی ہے۔ مردوں کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی جدوجہد نے آخر کار ویتنام کو امریکہ کی یلغار سے آزاد کیا۔ ویتنام پر فرانس کا قبضہ ہو یا امریکہ کی دونوں کے خلاف جدوجہد میں عورتوں کا کردار نہایت اہم رہا ہے۔ جنکی وجہ سے آج ویتنام ایک آزاد وخود مختار ملک ہے۔

جنوبی افریقہ میں جب بغاوت کے الزام میں نیلسن منڈیلہ کو پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔ تو اسکی تحریک آزادی کی ذمہ داری اسکی بیوی منزوینی اپنے سر پر اٹھالیتی ہے ہر محاذ میں سیاسی جلسہ جلوس تقریروں میں نیلسن منڈیلہ کی کمی کو پوری کرتی ہے نسلی فسادات کے دوران اپنے حبشیوں کے جنازے کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیتی ہے ان کو آگے بڑھنے کی ہمت دلا دیتی ہے۔ ہمیشہ دنیا کی محکوم قوموں کی تحریکوں میں خواتین کا کردار رہا ہے۔ کردستان میں کردخواتین کی بڑی تعداد آزادی کی تحریک میں شامل ہیں جو کہ مردوں کے ساتھ ساتھ پہاڑوں میں تحریک کی کمان سنبھالی ہوئی ہیں اوراپنے گوریلوں کی گوریلہ وار حملہ کی تربیت بہتر انداز سے کر رہی ہیں تا کہ دشمن پر آسانی سے حملہ کر کے کامیاب ہوسکیں۔ آزادی کی جدوجہد میں خواتین کی لمبی فہرستیں ہیں۔ فلسطین میں لیلہ خالد، الجزائر میں جمیلہ، ہندوستان میں اندرا گاندی اورسونیا گاندی ،کردستان میں سُمیرم، برما میں سان سوچی، بنگلہ دیش میں حسینہ واجد اور خالدہ ضیاء جنھوں وطن دوستی کی جدوجہد آج کی خواتین کی جدوجہد کے لئے مشعل راہ ہے۔ جنھوں نے سامراجی قبضہ گیری، معاشی وسماجی ناانصافی اور سیاسی

ظلم واستحصالی نظام کے خلاف جدو جہد کی ہے۔محکوم قوموں کی تحریکوں میں آزادانہ معاشی نظام وسماجی نظام اور سیاسی نظام کی بحالی کے لئے کئی خواتین نے جام شہادت نوش کی۔اور کئی خواتین تبدیلی اور آزادی کے لئے تنظیموں اور مختلف پارٹیوں کی قیادت کر رہی ہیں۔ایسے اور بھی ہیں جو ملکی سلامتی کا نظم ونسق اور اداروں کا نظام نہایت خوش اسلوبی اور ایمانداری سے چلا رہی ہیں۔اگر اسلام کی تحریک کا مختصر جائزہ لیا جائے تو اسلام میں بھی خواتین کا کردار نہایت اہم رہا ہے غزوہ اُحد،غزوہ خندق،غزوہ حنین،اور جنگ یر موک یا قبرص پر حملہ ہو تو صحابہؓ کے ہمراہ مسلم خواتین بھی شانہ بشانہ تھیں جنہوں نے کفار پر تلوار سے وار کیا اور صحابہ کرامؓ کی حفاظت اور تحفظ کی تھی۔اور جو صحابہ کرامؓ جنگ کے دوران زخمی ہوئے تھے یا شہید تو مسلم خواتین زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور شہیدوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

Folder_1\Gall\Images\BNF Rally at Turbat
02-02-2013\Digital Camera
ctures\5504_105176349664687_1242961731_n.jp
not found.

دنیا کی نصف آبادی خواتین کی ہے اور خواتین کی جدو جہد سے کوئی ذی شعور انسان انکار نہیں کرسکتا۔بلوچ تحریکوں میں داد شاہ کی بہن خاتون بی بی اور چاکر کی بہن بانڈی کی دشمن کے خلاف محاذ جنگ کی ایک عظیم مثال ہے۔آج کی آزادی کی جدو جہد میں کئی بانڑی اور خاتون بی بی شامل ہیں۔دشمن کے خلاف کل کی طرح آج بھی بلوچ خواتین نے وہی روایت کو تسلسل کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔جسکی مثال خواتین کا جلسہ جلوسوں میں شرکت انتجاجی پروگراموں اور ریلی مظاہروں میں دھرنا،اسٹڈی سرکل،سیمنار اور ورکشاپس منعقد کروانا خواتین کی سیاسی تربیت اور ذہنی نشونما کرنا ان کو آزادی کی تحریک کا اہم حصہ بنانا ایک عظیم مثال ہے۔

بقول احمد بن بیلا:جس قوم کی مائیں اپنی بچوں سے کہیں کہ جاؤ بیٹا جاؤ آزادی کی جنگ لڑو تو وہ قوم زیادہ عرصے تک محکوم نہیں رہ سکتا اور مجھے الجزائر کی آزادی کا پختہ اس دن ہوا جب الجزائری ماوں نے اپنے لخت جگروں سے کہا جاؤ بیٹا آزادی کی جنگ لڑو۔

آج بلوچ عورتیں خود اس تحریک کا حصہ بنی ہوئی ہیں۔اور اپنی بچوں کو کہہ رہی ہیں بیٹا جاؤ آزادی کی جنگ لڑو۔وطن کے لئے قربانیاں دو۔بچوں کو حوصلہ اور ہمت دے رہی ہیں ایسے حالات میں نہیں سمجھ سکتا کہ اب پاکستان اپنے قبضے کو مزید برقرار رکھ سکتا ہے۔اس تحریک میں شامل خواتین بھی مختلف تنظیموں کی قیادت کر رہی ہیں گھر گھر جا کر عورتوں کو متحد کر کے تحریک کا نمایاں حصہ بن رہی ہیں۔عورتوں کی سیاسی وسماجی اور ذہنی تربیت کے ساتھ ساتھ اس استحصالی اور قبضہ گیری نظام کے خلاف سرگرم کردار ادا کر رہی ہیں۔جسکی وجہ سے پاکستان سراسیمگی کا شکار ہے اور خواس باختہ ہو کر شہروں،گلی کوچوں اور گاؤں پر فضائی اور زمینی حملہ کر کے خواتین،بزرگوں،کمسن بچوں اور بچیوں کو گہری نیند میں بے دردی سے شہید کر رہا ہے۔تا کہ ان کے دل میں خوف پیدا ہو جائے اور آزادی کی سرگرمیوں سے دور ہیں۔لیکن یہ ریاستی اعصابی شکن کے سوا اور کچھ نہیں۔ان اوچھے ہتھکنڈوں سے نہ بلوچ خواتین اپنی سرگرمیوں سے دور رہیں گی اور نہ اپنے بچوں کو دور رکھیں گی۔بلکہ ریاست کے ان حربوں سے ان کے دلوں میں آزادی کے لئے مزید محبت،پاکستان اور ان کے گماشتوں کے لئے نفرت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور اپنے تمام بچوں کو اس عظیم مقصد آزادی کی راہ میں جانوں کی قربانیاں دینے کے لئے حوصلہ اور ہمت دے دیتی ہیں کہ بیٹا جا کر آزادی کی جنگ لڑو وطن کو آزاد کرو اس جنگ میں آپ اکیلے نہیں ہیں۔ہم مائیں آپ کے ساتھ ہیں جو ذمہ داریاں آزادی کے لئے ہماری بنتی ہیں وہ ہم خلوص نیت کے ساتھ پوری کرتی ہیں۔

شہید حاجی جان محمد مری

واحد بخش بلوچ

آزاد بلوچستان کی اس جنگ میں بلوچ قوم کے کم عمر بچے سے لیکر اسی سالہ بزرگ سب اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کررہے ہیں اسی سالہ بزرگ حاجی جان محمد بھی بلوچ جہد آزادی کی ایک دستان ہیں۔حاجی جان محمد مری بلوچ قومی آزادی کے بانی وبابائے بلوچ قوم سردار خیر بخش مری اورنوابزادہ بالاچ مری کے قریبی ساتھیوں میں شمار کئے جاتے ہیں آپ 1973 سے لیکر آخری دم تک تحریک آزادی سے منسلک رہے۔مری قوم کی اندرونی اختلاف کا تصفیہ سمیت نوابزادہ بالاچ مری کے ساتھ مری بگٹی کے خونی تصفیہ کے اہم رکن پہچانے جاتے ہیں وہ ہر وقت بلوچ قوم کے خیر خواہ تھے۔اندرونی و بیرونی اخلافات ختم کرواتے تھے۔آپ کی زندگی کی تمام ترادوار میں مشکل راستے مصائب قید بند، ٹارچر اور سخت حالات کی ایک شاندار زندگی کی شروعات ہوتی ہے۔وطن کی مٹی سے سچی محبت کی پاداش میں آپ کو 2005 میں ایک دفعہ کوئٹہ سے خفیہ اداروں نے گرفتار کیا۔کئی سال تک پاکستانی ٹارچر سیلوں میں جسمانی اور ذہنی اذیتیں سہتے رہے۔آپ کو دوران قید مختلف مراعات کی پیشکش بھی کی گئی اور کہا گیا کہ آپ سردار مری اور شہید بالاچ مری کیخلاف جھوٹی گواہی دیں اس کے ساتھ ہی بلوچ قومی فوج بی ایل اے کی فنڈنگ اور کیمپوں کے بارے میں معلومات دیں جسکے بدلے میں انہیں رہا کیا جائے گا اور گارڈ سمیت بلڈنگ و گاڑیاں بھی دی جائیں گی۔لیکن پاکستانی خفیہ اداروں کو کامیابی نہ مل سکی اور حاجی جان محمد مسلسل دو سال تک اذیتیں دیتے رہے۔بالآخر 2007 میں انہیں چھوڑ دیا گیا۔تشدد کے باعث انکی ایک ٹانگ متاثر ہوگئی تھی جسکی وجہ سے وہ لاٹھی کے سہارے پر چلتے تھے۔

حاجی جان محمد مری 18 فروری 1934 کو کوہلو بلوچستان کے علاقے میرانگری میں حاجی محمود مری کے گھر میں پیدا ہوئے۔کوہلو بلوچستان کے دیگر حصوں کی طرح پاکستانی فوجی آپریشنوں کا گھڑ سمجھا جاتا ہے۔غلام قوم کا فرزند جب جنم لیتا ہے تو اسے اپنی غلامی کا احساس ہوتا ہے۔شہید نے بھی انکھیں کھولیں تو پاکستانی ظلم بربریت نے اُنکی ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تو انہوں نے بلوچ قومی جہد آزادی کی راہ اپنائی۔بھٹو دور وایوبی دور ہو انہوں نے ہر ادوار میں دشمن کا جوان مردی سے مقابلہ کیا۔نواب خیر بخش مری اور مری قبیلہ جب 1982 میں افغانستان ہجرت کر گئے تو ان خاندانوں میں حاجی جان محمد مری کا خاندان بھی شامل تھا۔وہاں کئی سال جلاوطن رہے۔سردار مری اور میر ہزار زندوزئی کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو شہید حاجی جان محمد جو کہ خود مری قبیلے کی ذیلی شاخ شیرانی سے تعلق رکھتا تھا شیرانی مری قبلہ کی تین شاخوں جن میں گزینی، لوہارانی اور بجارانی شامل ہیں میں سے لوہارانی میں شمار ہوتا ہے۔شہید نے اس وقت میر ہزار کے ساتھ جانے کی بجائے بلوچ قومی راہشون سردار مری کا ساتھ دیا جس وقت میر ہزار کے بیٹے میر حاجی ودیگر نے سردار مری پر حملہ کیا تو اس وقت حاجی جان محمد سردار مری کے ساتھ تھے۔خوش قسمتی سے میر ہزار کو اس حملے میں ناکامی ہوئی 1992 کو واپسی پر نیوکاہان میں مری بلوچوں نے پڑاؤ ڈالا تو حاجی صاحب بھی یہاں آئے۔ بلوچستان کی اس جہد میں شہید کے خاندان کو ہر بار دکھ وتکالیف برداشت کرنی پڑیں۔شہید کے فرزند بلوچ لکھاری نور احمد مری کو بھی فورسز نے گرفتار کیا 23 مقدمات قائم کئے گئے۔لیکن ان تمام کے تمام میں حکمرانوں کو ناکامی ہوئی اور نور احمد مری رہا ہوگئے۔حاجی جان محمد نے ان سب تکالیف کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔بالآخر دشمن پاکستانی فورسز کو معلوم ہوا کہ یہ بلوچ کماش ہمارے سامنے روکاٹ بنتا جارہا ہے تو انہیں راستے سے ہٹانے کے لئے 12 فروری 2012 کو اَسی سالہ بلوچ کماش کو کراچی سے پاکستانی خفیہ اداروں نے اغواہ کیا۔دو دن تک ٹارچر کرتے رہے 14 فروری 2012 کو حاجی صاحب کی لاش وندر ضلع لسبیلہ بلوچستان سے بخشا بگٹی کے ساتھ برآمد ہو۔اشہید حاجی کی شہادت کی ذمہ داری پاکستانی آئی ایس ائی اور ایم آئی کی قائم کردہ ڈیتھ سیکوئڈ نفاذ امن بلوچستان کے ترجمان غازی خان نے قبول کی جو کہ مسلسل بلوچ لاپتہ اسیران کی لاشوں کو پھینک رہا ہے۔حاجی جان محمد مری کی لاش کو وندر سے اتھل ہسپتال منتقل کیا گیا۔شہید کی لاش کو بذریعہ ایمولینس کوئٹہ منتقل کیا گیا جہاں بلوچ قوم کے ہزاروں فرزند شہید کی دیدار کے لئے آئے ہوئے تھے۔شہید کے سر پر ایک برسٹ مارا گیا تھا۔آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد سپردگلزمین کیا گیا۔مزار شریف پر آزاد بلوچستان کا مقدس پرچم چھڑایا گیا و پھول نچاور کئے گے۔بلوچ بچوں نے شہید کی قبر پر سلامی دی شہدا بلوچستان کی شہادت نے سرخ سبز و نیلا سفید اکلوتا ستارہ والی بیرک کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا اس بیرک کو آج ہر جگہ دیکھ کر پاکستانی حکمرانوں میں کھلبلی مچھ جاتی ہے اور انکے انکھوں کے سامنے تاری چھا جاتی ہے یہ سب انہی شہدا کی مرحون منت ہے ۔بقول سردار خیر بخش مری کے کہ اس جنگ کو رکنے نہ دو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھاؤ۔آزادی تک لڑو۔وقفہ آیا، تسلسل ٹوٹا تو بے انتہا نقصان ہوگا، اس جنگ کو اختتام تک رکنے نہ دو۔بلوچ بلوچستان کے مالک ہیں اور موثر راستہ مسلح جدو جہد ہے بندوق کے خلاف بندوق اٹھانے کے علاوہ کوئی موثر علاج نہیں ہمیں۔بابا مری کے اس قول کو مدنظر رکھ کر جہد آزادی کو جاری رکھنا چاہئے۔

بلوچستان میں ریاستی دہشتگردی کے واقعات

رپورٹ: بلوچ ہیومن رائٹس آرگنائزیشن

بلوچستان میں انسانی حقوق کی پامالیوں کا تسلسل تھمنے کو نہیں آرہا بلوچ فرزندوں کو اغوا کرنا ان کی لاشوں کو مسخ کرکے پھینکنا آبادیوں پر حملہ شدت کے ساتھ جاری ہے جس میں ہر گزرتے دن اظہافہ ہو رہا ہے جسے عالمی میڈیا اور انسانی حقوق کے اداروں بشمول اقوام متحدہ کی خاموشیوں نے موقع فرائم کیا ہوا ہے جسے دیکھ کر ریاستی فورسز بلا جھجک بلوچستان کے کونے کونے میں بلوچ نسل کشی کیلئے اپنی ریاستی دہشتگردی کا بازار گرم کیئے ہوئے ہیں۔گزشتہ دہائیوں کے ظلم وجبر کا تسلسل ہر مہینے کی طرح ماہ فروری میں بھی شدت کے ساتھ جاری رہا۔جس دوران معصوم بلوچوں کو ریاستی دہشتگردی کا نشانہ بنا کر فورسز وخفیہ اداروں نے اغواء اور شہید کرنے میں شدت کا مظاہرہ کیا۔

فروری کے مہینے میں ریاستی فورسز نے کوئٹہ، پنجگور، مند، پسنی، خاران، قلات، کوہلو ،ڈیرہ بگٹی ،سبی سمیت بلوچستان کے مختلف مقامات پر درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آبادیوں کو اپنی کارروائیوں کا نشانہ بنایا اور بے گناہ بلوچوں کو اغواء اور شہید کرنے کے ساتھ ساتھ قیمتی املاک لوٹ کر لے گئے اور مختلف مقامات پر املاک کو نذر آتش کیا گیا۔

5فروری کو مستونگ میں سیکورٹی فورسز نے آپریشن کرکے 7افراد کو اغواء کیا۔

10فروری کو ڈیرہ بگٹی کے علاقے اوچ میں ریاستی فورسز نے آبادی پر یلغار کرتے ہوئے مال مویشیوں کو لوٹ لیا اور 2بلوچوں کو اغوا کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔

12فروری کو پسنی میں ریاستی خفیہ اداروں کے کارندوں نے ملا یونس کے گھر میں گھس کران کے دو بیٹوں مولا بخش اور الٰہی بخش کو جبری طور پر اغواء کرکے لاپتہ کر دیا ملا یونس کے چھوٹے بیٹے یوسف بلوچ کو بھی چند روز قبل اغواء کیا گیا تھا۔

13فروری کو کوہلو میں ریاستی فورسز کی جانب سے آپریشن کرکے گھر گھر تلاشی لی گئی۔

18فروری کو سوئی کے علاقے 238rd میں آبادی پر حملہ کرکے چاکر یار بگٹی ولد محمود بگٹی کو اغوا کرکے اور شہید۔

18فروری کو پنور سنہڑی کے علاقے میں فورسز نے سرچ آپریشن کرکے دو افراد کو اغواء کیا۔

19فروری کو قلات کے علاقے دشت گوران اور خاران کے علاقے لجے میں ریاستی فورسز نے یلغار کرتے ہوئے آبادی کو بمباری کا نشانہ بنایا تمام منسلکہ علاقوں کو مکمل طور پر محصور کرکے علاقے میں عورتوں بچوں اور بزرگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

16فروری کو خاران شہر میں ریاستی فورسز نے خفیہ اداروں اور مقامی ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں کے ساتھ مل کر سیاسی کارکنوں کے خلاف آپریشن شروع کردیا۔ڈیتھ اسکواڈ کی رہنمائی میں خاران شہر میں 16 گھروں کو نشانہ بنایا گیا اور کلی شہید ناصر ڈیگارزئی کو مکمل گھیرے میں لے کر خواتین اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور 3بلوچ فرزندوں خالد ولد نواب خان، نور احمد اور مقبول کو اغواء کیا گیا جبکہ آپریشن کے دوران فورسز لاکھوں روپے کی مالیت کا نقدی اور سونا سمیت متعدد موٹر سائکل، موبائل فون اور کمپیوٹرز لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے۔

18فروری کو مند میں فورسز نے بیزن ولد فقیر محمد، منصور ولد محمد بخش، مختار ولد قادر بخش، بختیار ولد علی محمد، خیر محمد ولد محمد کو اغواء کیا جبکہ خیر محمد کو بعد میں رہا کردیا۔

18فروری کو کوئٹہ کے علاقے سریاب روڈ میں فورسز نے بلوچ آبادی پر یلغار کرتے ہوئے 4بلوچوں کو شہید کردیا اور متعدد کو اغواہ کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔

20فروری کو سبی کے علاقے باکڑ غلام بولک میں بلوچ آبادی میں فورسز نے آپریشن کیا۔

23فروری کو آواران میں سیکورٹی فورسز نے شاہ نواز ولد ہاشم، باقر ولد ہاشم، زاہد ولد گل محمد، زہیر ولد محمد اور وشدل بلوچ کو اغواء کیا۔

25فروری کو جعفر آباد کے علاقے گورانڑی اور ڈیرہ بگٹی کے علاقے پیلاوغ میں ریاستی فورسز نے یلغار کرکے 2 گاؤں کو مکمل جلا کر خاکستر کردیا۔

24فروری کو پنجگور میں فورسز نے بڑے پیمانے پر کارروائیوں کا آغاز کرتے ہوئے

پنجگور کے مختلف علاقوں میں آبادیوں پر حملے کا سلسلہ شروع کر دیا 24 فروری کو پنجگور کے علاقے چتکان غریب آباد میں ریاستی فورسز نے خفیہ اداروں کی کے ساتھ الاالصبح آبادی پر حملہ کر کے متعدد گھروں میں گھس کر 6 افراد کو اغواء کیا۔ فورسز نے گھروں میں گھس کر توڑ پوڑ کر کے لوگوں پر تشدد کیا اور ماسٹر عبدالرحمن، شاکر بلوچ، کریم جان، غلام جان، امان جان سمیت متعدد افراد کو اغواء کر کے اپنے ساتھ لے گئے جبکہ اس دوران فورسز نے متعدد گھروں کے دروازے اور کھڑکیا ں توڑ دیئے اور عورتوں اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔

25 فروری کو رات کے وقت فورسز نے پنجگور کے علاقے پروم میں نگور بازار کے مقام پر آبادی پر حملہ کیا گیا۔

26 فروری کو ریاستی فورسز نے پنجگور کے علاقوں تسپ میں گھروں پر حملہ کرتے ہوئے انور بلوچ ولد حاجی خان محمد، زاہد ولد حاجی شیر محمد اور انور بلوچ، سیف اللہ، نعمت اللہ، محمد جان کو اغواء کیا۔ جبکہ سعید بلوچ ولد عارف بلوچ کو شہید کر کے ان کی مسخ شدہ لاش تسپ میں نوک آباد کے مقام پر پھینک دی گئی ریاستی فورسز نے علاقے میں معصوم عورتوں اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔

24 فروری کو ڈیرہ بگٹی اور جعفر آباد میں فورسز نے کٹھان اور گردونواح کے علاقوں پر حملہ کرتے ہوئے 2 بھائی شرف بگٹی اور یار ابگٹی کو شہید کر دیا گیا جبکہ علاقوں میں موجود جھونپڑیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

22 فروری کو بسیمہ میں خفیہ اداروں اور ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں نے عبدالغنی بلوچ ولد یوسف کو اس کے گر پر حملہ کر کے شہید اور ان کے بھائی پیرجان ولد جوسف بلوچ کو اغواہ کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

24 فروری کی رات کو شہید عبدالغنی کے گھر پر ایک مرتبہ پر فورسز نے چھاپہ مار کر بچوں اور عورتوں پر تشدد کیا جبکہ گھر میں موجود افراد کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی جسے علاقے کے لوگوں نے ناکام بنا دیا جبکہ اس سے قبل اسی گھر پر 22 فروری کو فورسز نے حملہ کرتے ہوئے عبدالغنی ولد یوسف کو شہید جبکہ پیرجان ولد یوسف کو اغوا کیا گیا تھا۔

ریاستی دہشتگردی کے ساتھ ساتھ بلوچستان بھر میں بلوچ فرزندوں کو اغواہ کرنے مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کے عمل میں بھی تیزی لائی گئی روزانہ بلوچوں کو اغواء کر کے شہید کیا جارہا ہے۔ انسانی حقوق کی صورتحال انتہائی ابتر ہو چکی ہے۔ جس کی بہتری کا کوئی امکان نہیں کیونکہ عالمی ادارے اور انسانی حقوق کے علمبرداروں نے اس تمام صورتحال میں چشم پوشی اختیار کی ہوئی ہے اور ریاستی میڈیا فورسز کا ہمنواء بن کران کی کاروائیوں کی وکالت کر رہا ہے۔ انسانی حقوق کے حوالے سے بلوچستان کی سنگین ہوتی ہوئی صورتحال عالمی اداروں بالخصوص اقوام متحدہ کی کارکردگی پر ایک سوالیہ نشان بن چکی ہے۔ گزشتہ سال اکتوبر میں اقوام متحدہ کی ورکنگ گروپ نے بلوچستان کا دورہ کر کے تمام صورتحال سے آگاہی حاصل کر لی تھی جنھوں نے اس صورتحال کو سنگین قرار دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد سے اب تک بلوچستان بھر میں انسانی حقوق کی صورتحال انتہائی ابتر ہو چکی ہے اور باقاعدہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، ریاستی دہشتگردی اغواء اور مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کے واقعات میں نمایا اضافہ ہو چکا ہے۔

بی این ایف ریلی:

استحکام جیت سے حاصل نہیں ہوتی۔ آپکی جدوجہد آپکے استحکام کو بڑھاتا ہے۔ جب آپ سختیوں سے گزرنے کے باوجود ہتھیار نہ ڈالنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو یہی آپ کا استحکام ہوتا ہے

☆☆☆ارنولڈ سوزینیگر☆☆☆

آئینہِ حقائق

چیدہ چیدہ حالات، واقعات اور خبروں پر آزاد کا ماہانہ تجزیہ

ادارہ

بلوچستان میں قوم پرست سیاست جو بظاہر جمود اور ٹھہرے ہوئے تالاب کی منظر کشی کر رہی تھی۔ اور ایک عرصے سے بلوچ قوم پرست پارٹیوں اور تنظیموں کی جانب سے کوئی خاص جلسہ و ریلی نہیں ہوئی تھی، سیاسی فضاء میں بظاہر سناٹا طاری تھا۔ لیکن بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے 2 فروری کو تربت میں ایک عظیم الشان ریلی کے انعقاد نے اس ٹھہرے ہوئے تالاب میں پتھر پھینک کر ارتعاش پیدا کر دیا جس نے پاکستان سے زیادہ پاکستانی گماشتوں کو حواس باختہ کر دیا کیونکہ ایک عرصے سے بلوچ عوام میں نیشنل پارٹی، بلوچستان نیشنل پارٹی مینگل، بلوچستان نیشنل پارٹی عوامی اور جماعت اسلامی جیسے پاکستانی پارٹیاں بلوچ رائے عامہ کے سکوت کو اپنے حق میں سمجھ رہے تھے اور اس سکوت سے فائدہ اٹھا کر بلوچ عوام کو بلوچ قوم پرستی کی سیاست سے بدظن کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ریلی کے بروقت انعقاد نے ان کو اپنا آنے والے پاکستانی الیکشن کا انعقاد اور بلوچ سرزمین کا سودا کرنے کا خواب ٹوٹتا ہوا نظر آیا اور وہ اپنی خام خیالی کے دام سے باہر آنے لگے ہیں۔ بلوچ عوام نے اپنی حمایت کا برملا اعلان کر کے پاکستانی پارٹیوں کو یہ باور کرا دیا کہ ہم آزادی کے طالب ہیں۔ بلوچ نیشنل فرنٹ نے بلوچستان میں جاری پاکستانی فوجی آپریشن کے نام پر بربریت، بلوچستان اور بلوچ عوام کی رائے اور پاکستانی ظلم و جبر کو میڈیا سے گمشدہ کرنے اور عالمی میڈیا اور اداروں کی توجہ حاصل کرنے کیلئے ریلی کا انعقاد کر کے بلوچ رائے عامہ کو دنیا پر آشکار کر دیا، اور اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے بلوچ نیشنل فرنٹ نے کراچی میں 10 فروری کو ایک کامیاب ریلی کا انعقاد کیا جس میں بلوچ عوام کے ہر طبقہ فکر نے شمولیت کر کے بلوچستان میں جاری پاکستانی بربریت اور میڈیا کی خاموشی کے خلاف عوامی رائے کا اظہار کیا لیکن حسب روایت بلوچ عوام کی رائے کو میڈیا میں جگہ نہ مل سکی، پاکستانی میڈیا جس میں نام نہاد بلوچی چینل وش نیوز بھی شامل ہے نے اپنی ہٹ دھرمی کو جاری رکھتے ہوئے بلوچ نیشنل فرنٹ کی ریلی کو جس میں بلوچ عوام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی تھی ایک سیکنڈ بھی توجہ و کوریج کے قابل نہ سمجھا۔

بلوچستان میں جاری پاکستان آپریشن کو تو ہمیشہ میڈیا سے اوجھل کر دیا جاتا ہے لیکن جب بھی آپ کسی چینل کے سربراہ یا نمائندہ سے اس بارے میں لب کشائی کرتے ہیں تو کئی بہانوں کے ساتھ یہ بات بھی سننے کو ملتی ہے کہ جی بلوچستان کی جغرافیائی لوکیشن، اور ہمارے نمائندوں کی وہاں پر عدم موجودگی کی وجہ سے ہم وہاں پر ہونے والے خبروں، فوجی آپریشنوں کو کور نہیں کر سکتے، لیکن جب بلوچ عوام نے بلوچستان میں ہونے والے فوجی آپریشنوں، اغوا نما گرفتاریوں، مسخ شدہ لاشوں کی صداؤں کو تربت اور کراچی جیسے شہروں میں پہنچانے کی خاطر ریلی کا انعقاد کیا تو بھی نام نہاد میڈیا نے بہرے اور اندھے ہونے کا کمال شبدہ دکھایا۔ بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے پھر سدائے احتجاج بلند ہوئی اور بلوچستان میں پاکستانی نیوز چینلوں کا بائیکاٹ کیا گیا، اور تقریباً بلوچستان بھر کے باشعور عوام نے بلوچ نیشنل فرنٹ کی کال پھر لبیک کہ کر بلوچستان میں پاکستانی نیوز چینلوں کو بند کیا جو یقیناً ایک موثر احتجاج ثابت ہوگی۔

بلوچستان میں پاکستانی بربریت جاری:

بلوچستان پر پاکستانی جبری قبضے سے لیکر تا حال پاکستان بلوچ عوام کو زیر کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے، کبھی پیکج و مراعات اور ترقی کے دعوؤں کے ساتھ تو کبھی کھلی جارحیت، آپریشن، اغوا نما گرفتاری، بلوچ سیاسی کارکنوں کی ٹارگٹ کلنگ اور عام آبادیوں پر بمباری جیسے طریقہ کار اپناتا رہا ہے۔ 2009 سے پاکستان ایک نئے طریقہ کار کو اپنایا تا کہ بلوچ عوام کو خوف و حراس میں رکھ کر اپنی استحصالی پالیسیاں جاری رکھ سکے۔ آزادی پسند سیاسی کارکنوں کو اغوا کر کے دنوں، مہینوں اور کبھی سالوں تک تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد اُن کو شہید کر کے پھر اُنکی لاشوں کو مسخ کر کے بلوچستان کے گلیوں، چوراہوں، جنگلوں اور کبھی درختوں پر لٹکانے لگا جو کہ تا ہنوز جاری ہے۔ لیکن پچھلے دنوں منگوچر میں پاکستانی فورسز نے فوجی آپریشن کے دوران بلوچ فرزندوں کو شہید کیا۔ بچوں، عورتوں اور بزرگوں پر تشدد کر کے اپنی

وحشت کا ثبوت دیا (جو کہ بلوچستان میں پاکستانی فورسز کا معمول ہے)، اور ساتھ ہی اللہ رکھیہ لانگو اور بابل جنگ کی مسخ شدہ لاش کو پھینک کر میڈیا میں جعلی انکاؤنٹر کا نام دیکر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ دونوں دو بہ دولڑائی کے دوران شہید ہوئے ہیں لیکن حقیقت کچھ یوں تھی کہ شہید اللہ رکھیہ لانگو اور بابل جنگ کئی ہفتوں پہلے پاکستانی فورسز کے ہاتھوں اغوا ہوئے تھے۔ قبضہ گیر فورسز لاپتہ افراد اور مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی کے حوالے سے عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کیلئے اپنی تحویل میں موجو بلوچ فرزندوں کی مسخ شدہ لاشوں کو پھینک کر، دو بہ دولڑائی کا ڈرامہ کر رہا ہے۔

بلوچستان میں پاکستانی فورسز کے ہاتھوں اغوا ہونے والے بلوچ فرزندوں کی مسخ شدہ لاشوں کی برامدگی معمول بن گئی ہے جس میں کسی علاقے کا لحاظ نہیں ہوتا لیکن کچھ عرصے سے بلوچ فرزندوں کی حراستی قتل کے بعد اُنکی لاشوں کو مسخ کر کے کراچی کے مختلف علاقوں میں پھینکا جا رہا ہے، قوم پرست حلقوں کے مطابق ایک طرف تو پاکستانی فورسز کراچی میں موجود بلوچ عوام کو خوف ہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو دوسری طرف عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کیلئے بلوچ فرزندوں کی مسخ شدہ لاشوں کو کراچی میں پھینکا جا رہا ہے تا کہ کراچی کی بدامنی کے شور وغل میں پاکستانی فورسز اپنی بربریت کو چھپا سکیں۔

ایران پاکستان گیس پائپ لائن

حالیہ دنوں میں میڈیا سمیت عالمی دنیا میں بحث ہونے والا ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبہ جس میں پہلے ہندوستان بھی شامل تھا لیکن ہندوستان نے بالعموم عالمی اور بالخصوص بلوچستان کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس منصوبے سے علیحدگی کا اعلان کر دیا لیکن پاکستان اور ایران اس بات پر ڈٹے رہے کہ منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر رہیں گے۔ ایران نے تو گیس پائپ لائن کے بچھانے کے عمل کو بہت حد تک مکمل بھی کر لیا ہے لیکن پاکستان اپنی معاشی زوال اور بلوچستان جیسے مقبوضہ اور جنگ زدہ علاقے سے اس پائپ لائن کو گزارنے کیلئے تا حال ناکام رہا ہے اور ساتھ ہی عالمی سرمایہ داروں نے امریکہ کی جانب سے ایران پر پابندیوں اور بلوچستان جیسے جنگ زدہ علاقے میں سرمایہ لگانے سے انکار کر دیا ہے۔ پاکستان اپنی معاشی اور سیاسی زوال پر رو رہا تھا کہ ایران نے اس منصوبے پر لگائے ہوئے اپنے سرمایہ کو بچانے کیلئے پاکستان کی مالی مشکلات کو کسی حد تک حل کر لیا اور اس ضمن میں ایرانی حکومت نے پاکستان کو 250 ملین ڈالر دینے اور باقی 250 ملین ڈالر ایرانی بینکوں سے دلانے کا اعلان کر دیا۔ اور دونوں قابضین نے اس عزم کا بھی اظہار کیا کہ جلد از جلد اس منصوبے کو مکمل کر لیا جائے گا۔ لیکن بلوچ عوام اور آزادی پسند تنظیمیں شروع دن سے بلوچ سرزمین پر عالمی سرمایہ کاری کو قابض کے ساتھ لوٹ کھسوٹ اور استحصالی حربوں کے طور پر دیکھتے آرہے ہیں اور ان جیسے تمام معاہدات کو غیر قانونی اور ناجائز قرار دیکر ان کی بھرپور مذمت کرتے آرہے ہیں، جس سے یہ بات واضح ہے کہ بلوچستان میں کسی بھی قسم کے معاہدے قابض اور دوسرے عالمی سامراجی ممالک کے درمیان ہو رہے ہیں بلوچ عوام کی مرضی ومنشا کے برخلاف ہو رہے ہیں اس وجہ سے ان منصوبوں کی تکمیل پر شک کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ امریکہ سمیت کئی دوسرے ممالک اس بار بھی ایران پر عائد امریکی و عالمی پابندیوں کی وجہ سے اس منصوبے کی مخالف کر رہے ہیں جن میں گزشتہ دنوں کنیڈا کی جانب سے اس معاہدے پر تنقید قابل ذکر ہے۔

گوادر پورٹ

گوادر کی اہمیت وافادیت تجارت وفوجی دونوں لحاظ سے بہت زیادہ ہے اور دنیا کے بہت سے ممالک اس پر سرمایہ کاری یا اپنا اثر ورسوخ قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن کئی سالوں سے چین گوادر کو اپنی تصرف میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہے اور اس کیلئے اب تک پاکستان کو اربوں ڈالر کی امداد کے سوا سیاسی وفوجی مدد وتعاون دیتا آرہا ہے۔ اس سرمایہ دارانہ دنیا میں کوئی بھی ملک کسی دوسرے ملک یا قوم کی مدد وتعاون انسانیت و ہمدردی کی بنیاد پر نہیں کرتی۔ ویسے ہی چین بھی پاکستان کی مدد وتعاون کر کے دراصل اپنے مفادات کو حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہے۔ گوادر پورٹ چین کیلئے نہایت ہی اہم منصوبہ ہے جس پر چینی حکمرانوں نے اپنی کئی خوابوں کی تعبیریں وابستہ رکھی ہیں۔ تجارتی لحاظ سے عالمی منڈی میں چین کی درآمدات کو با آسانی پہنچانے اور فوجی حوالے سے بھارت سمیت امریکہ کی middle east میں موجودگی پر نظر رکھ کر خود کو روز بروز محفوظ سے محفوظ تر بنانے کیلئے چین کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔ جس کی واضح مثال پاکستان جیسے دہشت گرد ملک (جس نے پوری دنیا میں دہشت گردوں کو پھیلانے میں اہم کردار

ادا کیا ہے اور مقبوضہ بلوچستان میں گزشتہ 65 سالوں سے بلوچ عوام پر ظلم و بربریت کی مثالیں قائم کی ہیں) کو سہارا دے رہا ہے۔ دونوں مما لک اپنے مشترکہ مفادات کو حاصل کرنے کیلئے بلوچ سرزمین کے ساحل وسائل پر اجارہ داری قائم کرکے بلوچ عوام کے استحصال کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گوادر پورٹ جو کہ سامراجی مما لک نے اپنے مفادات کو حاصل کرنے کیلئے تعمیر کیا ہے اس معاہدے سے بلوچ عوام نے شروع دن سے ہی اپنی لاتعلقی ظاہر کرکے اس کی شدید مخالفت کی اور کررہے ہیں۔ بلوچ قوم پرست تنظیموں نے گوادر پورٹ کو چین کے حوالے کرنے کے بارے میں ہمیشہ سے ہی یہی تاثرات دیئے ہیں کہ بلوچستان ایک مقبوضہ ملک ہے جس کو پاکستان اور ایران نے بزور طاقت اپنی تسلط میں رکھا ہوا ہے لہذا چین سمیت کسی بھی ملک کو بلوچستان میں کسی بھی منصوبے پر پاکستان کے ساتھ معاہدات کرنے سے گریز کرنا چاہئیے۔ بلوچ عوام اپنی آزادی کیلئے سیاسی و مسلح محاذوں پر جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان اور دوسرے مما لک کے آپسی معاہدات انسانی اخلاقیات اور عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہیں۔

دوسری طرف گوادر پورٹ کی چین حوالگی سے کئی مما لک تحفظات کا شکار ہیں لیکن فی الحال اپنے تحفظات کو ظاہر نہیں کررہے ہیں لیکن بھارت نے گوادر پورٹ کو چین کے حوالے کرنے کے اقدام پر اپنی تحفظات کا برملا اظہار کیا اور پورٹ کی چین حوالگی کو اپنی سلامتی کے لئے خطرہ قرار دیکر اپنے خدشات کو عیاں کردیا۔

جلاوطنی	I am the exile
Dennis Brutus	
مجھے جلاوطن کہیں خانہ بدوش سمجھیں یا شوریدہ سر شاعر مانیں (جو بھی کہیں) میں ایک خاموش طبع اور مرنجاں مرنج انسان ہوں اپنی غیر مرئی رفتار سے گامزن اپنے منصوبوں میں مگن غلامی کی حد تک خوش خلق	لیکن پھر بھی کبھی کبھی ماتمی نوحے میرے دل کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں میری خاموش آنکھوں کے پیچھے میرے سر میں سائرن اور انسانی چیخوں کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں

اب ہم کو مقاں ولا مقاں کی کوئی فکر نہیں

بی ایس او(آزاد) کا ماہانہ پمفلٹ۔۔۔۔ادارہ

بلوچ قومی تحریک،قومی تشکیل اوریکجہتی کا باعث بنتا چلا جار ہاہے، جہاں بلوچوں کو علاقائی زبانوں اورقبائلوں کے نام پر تقسیم کیا گیا تھا آج تحریک کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ بلوچ صرف بلوچ ہونے پر نازاں ہے اوراسی یکجہتی اورفکری وابستگی نے اُنہیں آپس میں ایسے جکڑہ ہے کہ ہر بُرے عمل کو جو بلوچ قومی تحریک بلوچ ریاست کی آزادی اورآنے والی نسلوں کی بقاء کیلئے خطرہ ہواُس عمل کے خلاف ایک ساتھ کھڑے ہیں۔جہاں پاکستانی حکمران ،اسٹیبلشمنٹ ،مقامی دلال پارلیمانی پارٹیوں کی شکل میں جُنڈ در جُنڈ اپنی تمام تر بدشکلیوں ،بدنیتیوں کے ساتھ بلوچ قوم کے خلاف ایک جُنڈ تھے، بلوچ قوم کو جانوروں کی طرح ہانک کر میدان الیکشن میں چھوڑ دیتے اُن کے ووٹ سے مادروطن کی غلامی کی زنجیروں کواور کستے چلے جاتے ،پیسہ، لالچ ،مفادات ،اوربھوک افلاس بیروزگاری منشیات کی آڑ میں بلوچ قوم کو تقسیم در تقسیم کرتے چلے گئے ،ٹکڑے ٹکڑے منتشر قوم کواپنی مرضی سے جہاں استعمال کرتے وہ استعمال ہوتے چلے جاتے۔

کالونیل نظام تعلیم غلامانہ نفسیات کی بنیاد رکھنے میں کامیابی سے اپنا کام کرتی رہی۔مگروقت کی آندھی نے ایک بار پھر پانسہ پلٹا،اوردشمن اوراُس کے دلالوں کی گرفت کمزور ہوگئی، جب بلوچ تحریک کا جنم ازسرے نو ایک نئے انداز میں ہوا۔اُمید کی نئی کرن چھوٹی سالوں سے بھوکے ننگے کُچلے ہوئے انسانوں کو روشن صبح کی اُمید دکھائی دی اورتحریک میں شامل تحریکاروں کی انتھک محنت اورقربانیوں نے تحریک کی سچائی ظاہر کی تو بلوچ عوام کا نہ صرف یقین پُختہ ہوا بلکہ اُس میں برابر کی شراکت نے اُسے اوربھی مضبوط تر کردیا۔۔

اس لیے آنے والی الیکشن پاکستان کیلئے ایک بُہت بڑی چیلنج ہے اگر بلوچستان میں الیکشن نہ ہو پائے تو دنیا میں بلوچ قومی تحریک کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی اوراس عوامی تحریک پر عوامی حمایت کی مُہر لگ جائے گی جو کہ تحریک کی کامیابی کا سفر ہوگا۔سامراجی ایجنٹ پاکستانی حکمران فوج واسٹیبلشمنٹ کو اس بات کا اندازہ ہے کہ بلوچستان میں اس بار پاکستانی انتخابات ممکن نہیں کیونکہ بلوچ عوام کی حمایت آزادی کی جنگ لڑنے والوں کے ساتھ ہے،اس لیے پاکستان اوراس کے مقامی دلالوں نے مارو اور پھینک دو پالیسی اوربلوچ آبادیوں پرفوجی کاروائیاں میں تیزی لائی ہے تاکہ آزادی پسند کمزور پڑ جائیں اوربلوچ عوام کو مرعوب کیا جاسکے کیوں کہ اس جنگ کی ناکامی کے سب سے بُرے اثرات بلوچ عوام اوراس کی آنے والی نسلوں پر پڑیں گے جنگ ہارنے کی صورت میں بلوچ قوم کو شاید صدیوں کا سفر طے کرنا پڑے پھر سے سر اُٹھانے اورقومی جنگ کی شروعات کرنے میں۔اس لیے پاکستان بلوچستان میں ایک کنٹرولڈ (controled) الیکشن کے زریعے خفیہ اداروں کے کارندوں کو الیکشن میں کھڑی کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے جیسے پہلے چور ڈاکوں ،منشیات فروش،انسانی اسمگلنگ میں ملوث افراد کے زریعے بلوچستان میں الیکشن لڑوایا گیا۔

الیکشن کا مقصد دنیا کو باور کروانا ہے کہ بلوچ عوام پاکستان کی ہر عمل میں اس کے ساتھ ہے تاکہ ملٹی نیشنل کمپنیاں بلوچستان میں سرمایہ کاری کے لیے آگے آئیں اوربلوچ زمین پر سامراج ایسا مضبوط جال بُن لے کہ بلوچ قوم اس میں سے جتنا نکلنے کی کوشش کرے اُتنا ہی پھستا چلا جائے اوراس کی صدیوں پرانی میراث ،زمین ،زبان ،ثقافت ،تہذیب خاک میں مل جائیں اوروہ سرمایہ داروں کی تنگ وتاریک کمپنیوں میں پسنے والے کیڑے مکوڑوں کی سی صدیوں پر محیط غلامی کی زندگی کا بوجھ ڈھوتے ہوئے بحثیت قوم دَم توڑ دے۔

شاندار تاریخ کے وارثوں:۔

ہمارے لیے یہ وقت سخت صحیح ،مگر فیصلے کا وقت ہے کہ ہم اپنے لیے غلامی کی دوسانسیں خریدتے ہیں یا اپنے آنے والی نسلوں کے لیے ایک آزاد اورپُر وقار زندگی۔۔۔؟

Long Live Baloch Liberation Movement

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آزاد)

ادارہ

مستونگ میں پاکستانی فورسز نے ایک بلوچ فرزند کو شہید اور چار کو اغواء کرلیا ۔۔بی ایس او (آزاد)

01-02-2013

کوئٹہ (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ منگوچر میں پاکستانی فورسز نے اپنے دہشتگر دانہ کاروائی میں ایک بلوچ فرزند کو شہید کر دیا جبکہ 4 کو اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گئے ہیں بلوچستان کے مختلف علاقوں میں پاکستانی فورسز نے اپنی کارائیوں کو شدید کرتے ہوئے الیکشن کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ بلوچ عوام کو ٹارگٹ کرر ہے ہیں۔ گزشتہ روز منگوچر میں خلق مجید شہید میں ایف سی نے سرچ آپریشن کے نام پر علاقے کو گیرے میں لیتے ہوئے نہتے بلوچوں ہر حملہ کر کے بلوچ فرزند یونس بلوچ کو شہید کر دیا اوران کی لاش کو ایف سی اپنے ساتھ لے گئے جبکہ کفایت بلوچ، اسد بلوچ، مسعود بلوچ اور رب نواز بلوچ کو فورسز گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے کاروائی کے دوران ایف سی اہلکار گھروں میں موجود زیورات اور نقدی بھی لوٹ کر لے گئے منگوچر میں بلوچ فرزندوں کی شہادت اور گرفتاریاں پاکستانی دہشتگر دانہ کاروائیوں میں شدت کا تسلسل ہے اسی مہینے میں مستنگ اور بیسیمہ میں بھی ایف سی نے بلوچ آبادی پر کاروئی کر کے بلوچ فرزندوں کو شہید کیا۔ ترجمان نے مزید کہا کہ پاکستان اور ایران کے درمیان تجارتی معائدوں کا مقصد بلوچ نسل کشی ہے پاکستان ایران چین کے ساتھ مل کر بلوچ قوم کے وسائل کی لوٹ مار کر رہے ہیں۔ پاکستان اور ایران بلوچ سرزمین پر قابض ہیں اور بلوچ قومی وسائل کا لوٹ مار کر کے بلوچ قوم کی نسل کشی اور بلوچ قوم کے خلاف دہشتگر دانہ کاروائیاں کر کے بلوچوں کو شہید کرر ہے ہیں اب بلوچستان میں معائدے کر کے اپنے استحصال کو مزید وسیع کرر ہے ہیں۔ ایران پاکستان کے ساتھ معائدہ کر کے بلوچستان میں ترقی میں دلچسپی لینے کی بات کرر ہا ہے لیکن درحقیقت انہیں بلوچستان کی ترقی نہیں بلکہ بلوچ قوم کی نسل کشی میں دلچسپی ہے ایران اور پاکستان کے درمیان معائدوں کا مقصد بلوچ قوم کی نسل کشی ہے تاکہ ایران اور پاکستان بلوچ سرزمین پر اپنے قبضہ کو برقرار رکھ کر بلوچ قوم کے وسائل کا لوٹ مار جاری رکھ سکیں پاکستان بلوچ سرزمین پر قبضہ کر کے بلوچ وسائل کو عالمی سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر لوٹ رہا ہے جس میں چین پاکستان کے ساتھ دوستی کے نام پر سرفہرست ہے چین پاکستان کے ساتھ مل کر بلوچ وسائل کی لوٹ مار میں حصہ دار ہے جن کی نظریں ہمیشہ بلوچ سرزمین پر رہی ہیں اور پاکستان کو فوجی اور معاشی مدد فرائم کر کے پاکستان کے ہاتھوں بلوچ عوام کا استحصال کر رہے ہیں۔ چین کی پاکستان کے ساتھ دوستی کی بنیادیں ہی بلوچ سرزمین کی دولت ہے جسے حاصل کرنے کیلئے چین اس سے قبل بھی سرتوڑ کوششیں کرتا آرہا ہے۔ پاکستان بلوچ سرزمین پر اپنے قبضہ کو برقرار رکھنے کیلئے عالمی امداد پر انحصار کرتا ہے جس کیلئے پاکستان بلوچ سرزمین کے وسائل کو اپنے عالمی استحصالی قوتوں کے ہاتھوں میں دے کر ان سے مدد حاصل کر رہا ہے تاکہ وہ بلوچ نسل کشی میں کامیاب ہو سکے۔ ترجمان نے مزید کہا کہ ڈاکٹر مالک اپنی گماشتہ سیاست اور پاکستان سے ملنے والی مراعات کو بچانے کیلئے بلوچ سرمچاروں کو الیکشن میں آنے کا دعوت دے رہا ہے جس سے ان کی اپنا خوف اور ناکامی ظاہر ہوتی ہیں بلوچ عوام تحریک آزادی کے ساتھ ہیں جنہوں نے پاکستانی الیکشن سے انکار کر دیا ہے۔

کراچی میں آج عظیم الشان ریلی نکالی جائے گی۔۔۔۔بی این ایف

9فروری2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ نسل کشی کے خلاف بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے کراچی میں آج عظیم الشان ریلی نکالی جائیگی بلوچ نیشنل فرنٹ کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ بلوچستان میں پاکستانی دہشتگردی اور بلوچ نسل کشی روز بروز شدید تر ہوتی جاری ہے لیکن عالمی میڈیا نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی ہوئی ہے جبکہ اقوام متحدہ سمیت عالمی ادارے اپنے زمہ داریاں پوری نہیں کررہے ہے بلوچ فرزندوں کے اغواہ اور شہادتوں میں شدت لائی جاچکی ہے مشکے آواران ،مکران ،بیسیمہ ،قلات ،سوراب ، ڈیرہ بگٹی ،کوہلو ،مستونگ سمیت بلوچستان بھر میں پاکستانی قبضہ گیر کی بلوچ نسل کشی اور دہشتگردانہ کاروائیاں جاری ہے جن میں روز بروز شدت آتی جارہی ہے بلوچ نسل کشی کے خلاف آج 10فروری کوکراچی میں آٹھ چوک سے ایک عظیم الشان ریلی نکالی جائیگی بلوچ عوام ریلی میں بھر پور شرکت کر کے قومی آزادی سے اپنی وابستگی اور پاکستانی قبضہ گیریت کے خلاف جدوجہد کا ثبوت دیں بلوچستان میں پاکستانی دہشتگردانہ کاروائیاں جاری ہیں جن میں پاکستان کی پارلیمانی الیکشن کے قریب آنے کے ساتھ شدت لائی جارہی ہے گزشتہ ایک مہینے کے دوران مشکے ،بیسیمہ ،سوراب ،منگوچر ،مستونگ ،منداور ڈیرہ بگٹی میں پاکستانی قبضہ گیرفورسز بلوچ آبادیوں کونشانہ بناکر بلوچ فرزندوں کوشہید کرچکے ہیں بلوچ نسل کشی میں شدت آتی جارہی ہے لیکن عالمی برادری سمیت بین الاقوامی میڈیا نے بلوچ نسل کشی پر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اقوام متحدہ دنیا بھر میں جاری دہشتگردی اور عالمی قوانین کی پامالی کے خلاف اپنا موثر کردار ادا کررہا ہے لیکن بلوچستان میں پاکستان کی جانب سے جاری بلوچ نسل کشی اور بلوچ قوم کے خلاف دہشتگردانہ کاروائیوں کوروکنے میں اقوام متحدہ اپنا کردار ادانہیں کررہا جوکہ انتہائی تشویش ناک ہے بلوچستان میں جاری پاکستانی دہشتگردانہ کاروائیاں بلوچ نسل کشی کا تسلسل ہیں بلوچ عوام پاکستانی قبضہ گیریت کے خلاف قومی تحریک آزادی کے ساتھ اپنی وابستگی مضبوط کرچکے ہیں جسے دہشتگردانہ کاروئیوں اور بلوچ فرزندوں کی شہادتوں سے ختم نہیں کیا جاسکتا بلکہ شہادتوں کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی مزید مضبوط ہوتی جائیگی۔

کراچی میں بی این ایف کی جانب سے عظیم الشان ریلی

تاریخ:10فروری2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے بلوچ نسل کشی اور بلوچستان میں پاکستانی دہشتگردی کے خلاف آٹھ چوک تا کراچی پریس کلب ریلی نکالی گئی ریلی مختلف شاہراوں سے گزرتے ہوئے کراچی پریس کلب پہنچی ریلی میں بچوں اور عورتوں سمیت بلوچ عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی ریلی کے شرکا نے بڑی تعداد میں پلے کارڈز اور بینرز اٹھائے ہوئے تھے جن پر بلوچستان پر پاکستانی قبضہ، بلوچ سرزمین پر جاری دہشتگردانہ کاروائیوں، پاکستان کی جانب سے جاری بلوچ نسل کشی، بلوچ فرزندوں کی جبری گمشدگی اور مسخ شدہ لاشیں پھینکنے سمیت عالمی اداروں اور میڈیا کی بلوچ نسل کشی اور پاکستانی دہشتگردی پر مجرمانہ خاموشی کے خلاف نعرے درج تھے۔مظاہرین نے بلوچستان میں پاکستانی دہشتگردی، بلوچ نسل کشی اور انٹرنیشنل میڈیا کی خاموشی کے خلاف نعرے لگائے۔کراچی پریس کلب پہنچنے کے بعد ریلی نے جلسے کی شکل اختیار کی جہاں رہنماوں نے ریلی کے شرکا سے خطاب کیا۔رہنماوں نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچ سرزمین پر پاکستانی قبضہ اور بلوچ نسل کشی پر عالمی دنیا، عالمی میڈیا اور عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں کی مجرمانہ خاموشی تشویش ناک ہے جس سے شہ پاتے ہوئے پاکستان بلوچ قوم کے خلاف دہشتگردانہ کاروائیوں کو شدید کررہا ہے پاکستان بلوچ سرزمین پر قبضہ کے روزاول سے بلوچ قوم کی نسل کشی پر تلا ہوا ہے لیکن بلوچ عوام نے اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کو جاری رکتے ہوئے خود کو دنیا میں ایک حریت پسند قوم کے بطور منوایا اور پاکستانی بربریت کے سامنے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا جو کہ آج ایک مضبوط تحریک کی شکل اختیار کرچکی ہے بلوچ تحریک آزادی اب عالمی سطح پر تسلیم کی جاچکی ہے اقوام متحدہ سمیت عالمی میڈیا بلوچستان میں جاری پاکستانی بربریت سے آگاہ ہوچکی ہیں لیکن وہ پاکستان کے خلاف ایک مجرمانہ خاموشی اختیار کیئے ہوئے ہیں آج انکی خاموشی تھوڑنے ہم سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور انکی توجہ بلوچ مسلے کی طرف لانے کے لیے انکی مجرمانہ خاموشی پر سراپا احتجاج ہیں۔پاکستان سے متعلق اقوام متحدہ اور عالمی برادری کا نرم رویہ نہ صرف بلوچستان بلکہ عالمی امن کیلئے بھی آج بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے پاکستان دنیا بھر میں دہشتگردی کا مرکز بن چکا ہے جہاں سے دنیا کے پیشتر ممالک کی سلامتی کو خطرات درپیش ہیں جس کے ساتھ پاکستان اس خطے میں استحصال اور بربریت کی مثالیں قائم کررہا ہے عالمی امداد کی مسلسل فراہمی اور عالمی میڈیا سمیت اقوام متحدہ اور عالمی اداروں کے غیر موثر کردار کے باعث پاکستان اپنے دہشتگردانہ عزائم کو جاری رکھتے ہوئے اس خطے میں بربریت اور درندگی میں مصروف ہے اور بلوچ سرزمین پر اپنے قبضہ اور بلوچ قومی وسائل کی لوٹ مار جاری رکھتے ہوئے بلوچ قوم کی نسل کشی کررہا ہے۔اقوام متحدہ دنیا بھر میں دہشتگردی اور نسل کشی کے خلاف اپنا کردار ادا کررہا ہے لیکن بلوچ نسل کشی پر اقوام متحدہ نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے بلوچستان میں پاکستان عالمی انسانی حقوق کی کھلے عام پامالی کررہا ہے بلوچ فرزندوں کو پاکستانی فورسز جبری اغوا کرکے ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینک رہے ہیں سینکڑوں بلوچوں کی مسخ شدہ لاشیں پھینکی جاچکی ہیں ہزاروں کی تعداد میں بلوچ لاپتہ ہیں بلوچ آبادیوں پر بمباری کی جارہی ہے لیکن اقوام متحدہ اپنی خاموشی تاحال برقرار رکھے ہوئے ہے جو کہ اس خطے سمیت عالمی دنیا کے امن کیلئے ایک تشویش ناک امر ہے پاکستان دہشتگردی کے نام پر دنیا سے مدد لیتے ہوئے بلوچ قوم پر بمب برسا رہا ہے جبکہ مذہب کے نام پر دنیا کی نظروں میں دھول جھونکتے ہوئے ان کی توجہ بلوچستان میں جاری قومی آزادی کی تحریک اور پاکستان کی جانب سے بلوچ نسل کشی سے متنفر کررہا ہے جبکہ عالمی دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے پاکستان اپنے فورسز کے ہاتھوں ہزاروں کی تعداد میں بے گنا لوگوں کو مذہب کے نام پر قتل کروا رہا ہے پاکستان کی بربریت اور درندگی کا سامنہ کرتے ہوئے بلوچ قوم نے قومی تحریک کو دنیا کے سامنے منوایا ہے پاکستانی جارحیت کے سامنے بلوچ قوم آج منظّم جدوجہد کررہی ہے عالمی دنیا پاکستان کو مدد اور حمایت دے کر اس خطے سمیت دنیا بھر میں دہشتگردی اور بدامنی پہلانے کے بجائے بلوچ تحریک آزادی کی حمایت کرے بلوچ تحریک کی حمایت اور پاکستانی دہشتگردی کو روکھ کر ہی اس خطے سمیت دنیا بھر میں امن کا اصول ممکن ہوسکتا ہے اقوام متحدہ بلوچستان میں جاری بلوچ نسل کشی روکھنے کیلئے اپنا کردار ادا کرے اور پاکستان کو عالمی قوانین کی خلاف ورزی کرنے سے روکنے میں اپنا کردار ادا کرے بلوچ قومی آزادی کی حمایت کرکے ہی عالمی دنیا اس خطے میں امن کی بحالی اور دہشتگردی کے خاتمے کا خواب پورا ہو سکتا ہے جبکہ عالمی دنیا کے معاشی مفادات بھی تبھی محفوظ ہوسکتے ہیں جب بلوچستان آزاد ہو پاکستان کے دوہرہ کردار رکھنے والا ملک کی موجودگی میں نہ ہی امن ممکن ہے اور نہ ہی اس خطے میں عالمی مفادات محفوظ رہ سکتے ہیں کیونکہ پاکستان کا وجود ہی دہشتگردی پہلانے اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عالمی امداد پر ہے۔اس خطے میں امن اور خوشحالی کیلئے بلوچ قومی آزادی ضروری ہے۔اور ہم اقوام متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بلوچستان میں مداخلت کرے، ہم اپیل کرتے ہیں پاکستانی حکمرانوں اور فوجی جرنیلوں پر انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں بلوچ نسل کشی پر جنگی جرائم کے مقدمے چلائیں ۔ہم انٹرنیشنل میڈیا سے اپیل کرتے ہیں کے وہ اپنی مجرمانہ خاموشی تھوڑ کر بلوچستان میں آکر رپورٹنگ کرکے حقیقت کو دنیا ک سامنے لائیں، بی بی سی اور وائس آف امریکہ سے کہتے ہیں کہ وہ محکوم بلوچوں کو نظرانداز نہ کریں، ہم بھی انسان ہیں بلوچستان میں اتنے بڑے پیمانے پر انسانی کرائسز پر عالمی میڈیا، عالمی انسانی حقوق کے ادادروں اور بی بی سی اور وائس آف امریکہ کی مجرمانہ خاموشی بلوچوں اور انسانیت کے لئے سوالیہ نشان ہے۔

بلوچستان بھر میں پاکستانی میڈیا کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔۔۔بی این ایف

12فروری2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ نیشنل فرنٹ کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ بلوچستان بھر میں پاکستانی میڈیا کا بائیکاٹ غیر معینہ مدت تک جاری ہے۔پاکستانی میڈیا کی جانب سے بلوچستان کی صورتحال کو چھپانے ، دنیا کی توجہ پاکستانی بربریت سے ہٹانے اور بلوچ قوم کی نسل کشی میں پاکستانی فورسز کے ساتھ ہیں جن کا مقصد بلوچستان میں جاری پاکستانی ظلم و بربریت کو چھپا کر پاکستانی فوج کیلئے بلوچستان میں بلوچ نسل کشی میں معاونت کرنا ہے مشکے آواران ،مستونگ، ڈیرہ بگٹی اور منگوچر میں پاکستانی فورسز کی جانب سے وحشیانہ بمباری کی گئی جس کے دوران میڈیا نے مکمل خاموشی اختیار کرتے ہوئے پاکستانی فوج کو بلوچ عوام پر اپنی وحشت جاری رکھنے کیلئے تعاون پرائم کی گھبن میں بلوچ آبادی پر پاکستانی فورسز کی حملے اور بلوچ فرزندوں کی شہادت کو بھی پاکستانی میڈیا نے چھپانے کی کوشش کی مستونگ بیسمہ سوراب ڈیرہ بگٹی کوہلوں سمیت بلوچستان بھر میں پاکستانی بربریت پر پاکستانی میڈیا کی حقیقت واضح ہے جہاں وہ پاکستانی فوج کے ساتھ مل کر صورتحال کو چھپانے اور پاکستانی فوج کیلئے مزید درندگی کا راہ ہموار کرنے کے کوششیں کر رہی ہیں منگوچر میں پاکستانی فورسز کے آبادی پر حملہ کرنے کے بعد بلوچ فرزندوں کو اغوا کیا گیا جس کے ردعمل میں بزرگ و بلوچ خواتین نے بھرپور احتجاج کو بھی پاکستانی میڈیا نے چھپا کر پاکستانی فوج کے درندگی اور دہشتگردانہ کارروائیوں کو چھپانے کی کوشش کی اسی روش میں تربت اور کراچی میں نکالی جانے والے بلوچ عوام کی عظیم الشان ریلیوں کو بھی منصوبے کے تحت کوریج نہیں دیا گیا بلوچ نسل کشی میں پاکستانی فوج اور اس کے تمام اداروں کی طرح پاکستانی میڈیا کا بھی مکمل کردار رہے جس کے ردعمل میں بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے غیر معینہ مدت کیلئے بلوچستان بھر میں وش ٹی سمیت پاکستانی میڈیا کا بائیکاٹ کیا ہے تمام کیبل آپریٹرز پاکستانی میڈیا کو چلانے سے گریز کریں پاکستانی نیوز چینلز چلانے کی صورت میں کیبل آپریٹرز نقصان کا زمہ دار خود ہونگے بلوچ قومی تحریک آزادی بلوچ عوام کی حمایت سے پاکستان کی بلوچ نسل کشی کا مقابلہ کر رہا ہے جس میں پاکستانی دہشتگردی کو تعاون پرائم کرنے والے ادارے بلوچ نسل کشی میں برابر کے شریک ہیں قومی آزادی کی جدوجہد بلوچ عوام کی حمایت اور بلوچ فرزندوں کی جدوجہد سے آزادی کی منزل تک ضرور پہنچے گی۔

عبدالحق بلوچ اور نعمت اللہ بلوچ کی شہادت بلوچ فرزندوں کی شہادت کا تسلسل ہے۔۔۔بی ایس او(آزاد)

تاریخ:19فروری2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے بیان میں کہا کہ بی ایس او آزاد کے نوعمر کارکن نعمت بلوچ کو پاکستانی ڈیتھ اسکوڈ کے کارندوں نے ایف سی کی مدد سے اغوا کرنے کے بعد شہید کر دیا شہید نعمت اللہ کی لاش کو خضدار میں عبدالخالق بلوچ کی لاش کے ساتھ پھینکی گئی جنہیں 2روز قبل بسیمہ سے اغوا کیا گیا تھا شہید نعمت اللہ اور عبدالحق بلوچ کی شہادت پاکستان کی جانب سے بلوچ فرزندوں کی شہادت کا تسلسل ہے جنہیں پاکستانی فورسز اغوا کرنے کے بعد شہید کر کے ان کی لاشیں پھینک رہے ہیں 14سالہ نعمت بلوچ بی ایس او آزاد کے کارکن تھے جنہیں 2روز قبل بسیمہ سے پاکستانی ڈیتھ اسکواڈ کے کارندوں نے اغوا کیا تھا جنہیں شہید کر کے 19فروری کو ان کی لاش خضدار میں پھینکی گئی پاکستان بی ایس او آزاد کے نظریاتی کارکنوں کو شہید اور اغوا کر رہا ہے جس کے تسلسل میں بی ایس او آزاد کے نوعمر کارکنوں کو بھی پاکستان اپنی درندگی کا نشانہ بنا چکا ہے 14سالہ نعمت بلوچ کی طرح نوعمر کارکن وعید بالاچ اور مجید زہری کو شہد کیا جا چکا ہے تحریک آزادی کے ساتھ بی ایس او آزاد کے کارکنوں کی نظریاتی وابستگی سے آج بلوچ قومی تحریک آزادی میں بی ایس او آزد ایک نمایا کردار ادا کر رہا ہے۔

پاکستانی فوج نے قلات اور خاران میں بلوچ آبادیوں پر اپنی دہشتگردانہ کاروائیاں تیز کردی ہیں۔۔بی این ایف

تاریخ:19فروری2013

کوئٹہ(پ ر)بلوچ نیشنل فرنٹ کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پاکستانی فوج نے خاران اور قلات میں بلوچ آبادیوں پر اپنی دہشتگردانہ کاروائیاں تیز کردی ہیں قلات کے علاقے سالو، پارودشور، نیمرخ اور خاران کے علاقے لجے میں کل رات سے پاکستانی زمینی اور فضائی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں جاری ہیں پاکستانی فوج نے گن شپ ہیلی کاپٹروں کی مدد سے باری تعداد میں فوج قلات خاران اور گردونواح کے علاقوں میں اتار کر گرفتاریوں اور آبادی پر بمباری کا آغاز کردیا ہے زمینی اور فضائی کاروائی میں عورتیں اور بچے سمیت متعدد لوگ اب تک زخمی ہو چکے ہیں تمام داخلی اور خارجی راستوں کو بند کردیا گیا ہے قلات خاران اور گردونوا میں دہشتگردانہ کاروائیاں تاحال جاری ہیں قلات اور خاران میں پاکستانی فوج کی دہشتگردی بلوچستان بھر میں جاری نسل کشی کا تسلسل ہے جس میں آئے روز مزید شدت آتی جارہی ہے 2روز قبل ہی خاران اور سریاب کے علاقوں میں پاکستانی فوج کی جانب سے گھروں پر چھاپے مارے گئے جس دوران کئیا فراد کو زخمی کیا گیا ہے جبکہ متعدد افراد کو اغوا کیا گیا ہے اسی تسلسل میں مند کے علاقے ھوزی کے مقام پر پاکستانی فوج نے محمد انور صوفی کے گھر پر چھاپہ مار کر خواتین کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور 5افراد کو زخمی کیا گیا جبکہ 3 بلوچ نوجوانوں مختار ولد قادر بخش، برکت ولد ولی محمد اور بیزن ولد فقیر محمد کو اغواء کرکے فورسز اپنے ساتھ لے گئے جبکہ بلوچ فرزندوں کو اغوا کرنے اور ان کی لاشیں پھینکنے کے تسلسل میں گزشتہ روز بیسمہ کے رہائشی 14 سالہ نعمت بلوچ ولد عبدلغنی اور وڈھ کے رہائشی عبدالحق کو شہید کر کے ان کی لاشیں خضدار میں پھینکی گئی دونوں کو 2روز قبل بسیمہ سے پاکستانی ڈیتھ اسکوڈ کے کارندوں نے اغوا کیا تھا۔بلوچ نیشنل فرنٹ کی جانب سے قلات خاران کوئٹہ سمیت بلوچستان بھر میں میں جاری پاکستانی جارحیت ، بلوچ نسل کشی اور بلوچ فرزندوں مقبول بلوچ، اختر بلوچ، عبدلحق اور نعمت بلوچ کی شہادت کے خلاف 20 فروری بروز بدھ بلوچستان بھر میں شٹر ڈاون ہڑتال کی جائیگی جس دوران تمام کاروباری مراکز اور سرکاری و نیم سرکاری دفاتر اور بینک بند رہینگے ۔ بلوچستان میں پاکستان اپنے عالمی ہمنواوں چین ایران اور امریکہ کے ساتھ تجارتی معائدوں کے بعد بلوچ قوم کی نسل کشی تیز کر چکا ہے بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج آبادیوں کو بمباری کا نشانہ بنا رہا ہے گزشتہ چند مہینوں کے دوران بلوچستان میں سوراب، بسیمہ کوئٹہ، تربت، پنجگور، قلات، منگوچر، مشکے، آواران، خاران، ڈیرہ بگٹی، کوہلو، مستونگ، مند تمپ سمیت بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج اپنی دہشتگردی کا وہشیانہ مظاہرہ کر چکا ہے اور ایک طرف اپنے قبضہ گیر اداروں میڈیا عدلیہ اور اپنے گماشتہ جماعتوں بی این پی مینگل، عوامی اور نیشنل پارٹی جماعت اسلامی کو قومی تحریک آزادی کے خلاف استعمال کر کے بلوچستان میں الیکشن کیلئے راستہ ہموار کر رہے ہیں جبکہ پاکستان اپنے عالمی آقاوں کیلئے بلوچستان میں مفادات کو وسیع کرتے ہوئے عالمی امداد کا حصول بہتر بنا رہا ہے جس کے لیئے ایران اور چین کے ساتھ تجارتی معائدے کیئے گئے ہیں جبکہ چین کو گوادر کی بندرگا حوالہ کر کے بلوچ نسل کشی کیلئے امداد کا وصیلہ حاصل کرلیا ہے انہی عالمی امداد کی وصولی کے بعد پاکستان وسیع پیمانے پر بلوچ نسل کشی کو تیز کر چکا ہے جس کے تسلسل میں بلوچ آبادیوں کو بمباری کا نشانہ بنایا جا رہا ہے بلوچستان میں جاری پاکستانی دہشتگردی کے خلاف 20فروری بروز بدھ بلوچستان بھر میں شٹر ڈاون ہڑتال کی جائیگی گی۔

حق نواز بلوچ کی شہادت بلوچ نوجوانوں کیلئے مشعلِ راہ ہے۔۔۔بی ایس او(آزاد)

24فروری2013

کوئٹہ(پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کے مرکزی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ گزشتہ دنوں قبضہ گیر پاکستانی فوج کے ساتھ قلات کے پہاڑوں میں قومی آزادی کی کیمپ کا دفاع کرتے ہوئے بی ایس او آزاد نوشکی زون کے سابق صدر سرمچار حق نواز بلوچ نے جس بہادری اور دیدہ لیری سے لڑ کر جام شہادت نوش کیا وہ بلوچ نوجوانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے شہید حق نواز بی ایس او آزاد کے ان نظریاتی وفکری کارکنوں میں سے تھے جنہوں نے قومی آزادی کیلئے ہر سختی وتکالیف کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور جدوجہد کے ہر موڑ پر نظریاتی وابستگی کے ساتھ میدان عمل میں ثابت قدم رہے شہید حق نواز بلوچ نے آزادی کے جذبے اور جدوجہد کے عزم کے ساتھ کم عمری میں بی ایس او آزاد میں شمولیت کی اور انتہائی دلیری وبے جگری سے بی ایس او آزاد کو فعال ومنظّم کرنے میں اپنا نمایا کردار ادا کیا اور انقلابی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے اپنے تمام تر خواہشات کو قومی آزادی کیلئے قربان کرکے تاریخ میں بی ایس او آزاد سمیت بلوچ جہد کاروں کا سر فخر سے بلند کردیا اور اپنے پیچھے بی ایس او آزاد کے انقلابی کارکنوں سمیت بلوچ نوجوانوں کیلئے درخشاں مثال چھوڑی جس پر چل کر بلوچ نوجوان آزادی کے عظیم خواب کی تعبیر کرسکتے ہیں ترجمان نے کہا کہ بلوچ معاشرے کو بے حسی، خوف ولالچ سے نکال کر قومی آزادی کیلئے حمایت حاصل کرنے اور بین الاقوامی دنیا کی توجع تحریک آزادی کی جانب مبذول کرانے میں جوان سال سرمچار شہید حق نواز بلوچ جیسے بلوچ فرزندوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دیا اور شہادت جیسے عظیم رتبے پر فائز ہو کر بلوچ قومی وانسانی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے، ترجمان نے کہا کہ بلوچ شہداء کی قربانیاں انسانی آزادی، بقاء وسلامتی اور ایک ایسے دنیا کی تعمیر کیلئے ہیں جہاں تمام انسان بلا رنگ نسل ومذہب یکساں ہوں۔

پنجگور میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیوں کا تسلسل شدت اختیار کرچکا ہے۔۔۔بی این ایف

26فروری2013

کوئٹہ(پ ر) بلوچ نیشنل فرنٹ کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ پنجگور میں گزشتہ 3 دنوں کے دوران پاکستانی فوج نے متعدد علاقوں پر حملہ کرکے 11 بلوچ فرزندوں کو اغواہ اور ایک کو شہید کردیا ہے پنجگور میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیوں کا تسلسل شدت اختیار کرچکا ہے گزشتہ 3 دنوں میں پنجگور کے علاقوں چتکان، پروم، تسپ، خدابادان اور گرمکان میں پاکستانی فوج آبادیوں پر حملہ کرکے بلوچ فرزندوں کو اغوا اور شہید کررہا ہے اور قیمتی املاک کو لوٹا جارہا ہے منگل کی صبح پنجگور کے علاقوں تسپ، خدابادان اور گرمکان میں پاکستانی فوج نے حملہ کرتے ہوئے تسپ میں شہید ٹھیکدار یونس کے گھر سے انور بلوچ ولد حاجی خان محمد، زائد ولد حاجی شیر محمد اور انور نامی ایک اور شخص کو اغواہ کرلیا جبکہ سعید بلوچ ولد عارف بلوچ کو شہید کردیا گیا جن کی لاش کی بے حرمتی کرتے ہوئے اسے مسخ کرکے تسپ میں نوک آباد کے مقام پر پھینک دیا گیا جبکہ نوک آباد سے ہی مزید 3 افرد کو اغوا کیا گیا اس دوران پاکستانی فوج نے مختلف علاقوں کو گیرے میں لیکر عام عوام کو تشدد کا نشانہ بنایا اور متعدد گھروں سے قیمتی اشیا اور املاک کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے جبکہ اس سے قبل 24 فروری کو پجگور میں چتکان کے علاقے میں آبادی پر حملہ کرتے ہوئے مختلف گھروں سے پاکستانی فوج نے 5 بلوچ فرزندوں کو اغواہ کیا گیا تھا گزشتہ 3 روز کے دوران ہی پنجگور میں مختلف علاقوں میں آبادیوں پر حملہ کرکے پاکستانی فوج 11 بلوچ فرزندوں کو اغوا کرچکی ہے جبکہ پنجگور کے تمام علاقوں میں صورتحال انتہائی کشیدہ ہے پاکستانی فوج کی بڑی نفری پنجگور میں موجود ہے جس سے مشکے، قلات کے بعد مکران میں ایک بڑے پیمانے پر دہشتگردانہ کاروائی کا آغاز کردیا گیا ہے پاکستانی پارلیمانی انتخابات کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج کی دہشتگردانہ کاروائیاں شدید ہوچکی ہیں پاکستانی گماشتہ پارٹیوں اور زرخرید ڈیتھ اسکوڈ کے کارندوں کے ساتھ مل کر پاکستانی فوج بلوچستان میں اپنے دہشتگردانہ کاروائیوں کو شدید کررہا ہے گزشتہ 3 مہینوں کے دوران پاکستانی فوج مشکے اور قلات میں وسیع پیمانے پر کاروائی کرچکی ہے جبکہ سوراب، بسیمہ، منگوچر، مستنگ، آواران، خاران، تمپ، گہبن، ڈیرہ بگٹی، کوئٹہ سمیت بلوچستان بھر میں پاکستانی فوج بلوچ آبادیوں کو نشانہ بنا چکی ہے جس دوران بلوچ فرزندوں کو شہید اور اغواہ کیا گیا جبکہ اب پاکستانی فوج نے اپنی دہشتگردانہ کاروائیوں کو توسیع دیتے ہوئے مشکے اور قلات کی طرح مکران میں بھی وسیع پیمانے پر دہشتگردانہ کاروائیوں کا آغاز کردیا ہے جس کے تناظر میں پنجگور میں گزشتہ 3 میں مختلف علاقوں کو نشانہ بنایا گیا ہے جبکہ پاکستانی قبضہ گیر فورسز کی باری نفری پنجگور میں موجود ہے پنجگور کے ساتھ ساتھ مکران کے دیگر علاقوں تربت، تمپ، مند، پسنی سمیت مختلف علاقوں میں بھی پاکستانی فوج وقفہ وقفہ سے آبادیوں کو نشانہ بنا رہا ہے بلوچ عوام تحریک آزادی کے ساتھ اپنی وابستگی پختہ کرچکی ہے جسے قابض پاکستان اپنی دہشتگردانہ حربوں سے کمزور نہیں کرسکتی بلوچ قوم نے قومی آزادی کیلئے شہادتوں اور بمباریوں کو سامنہ کیا ہے لیکن آزادی کی نظریہ کے ساتھ عوام کی وابستگی مزید مضبوط ہوچکی ہے۔